دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک پشاور
دار العلوم حقانیہ
اکوڑہ خٹک کا علمی و دینی مجلہ
ماہنامہ
الحق
بیاد: شیخ الحدیث حضرۃ مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ بانی دار العلوم حقانیہ
مدیر: مولانا سمیع الحق
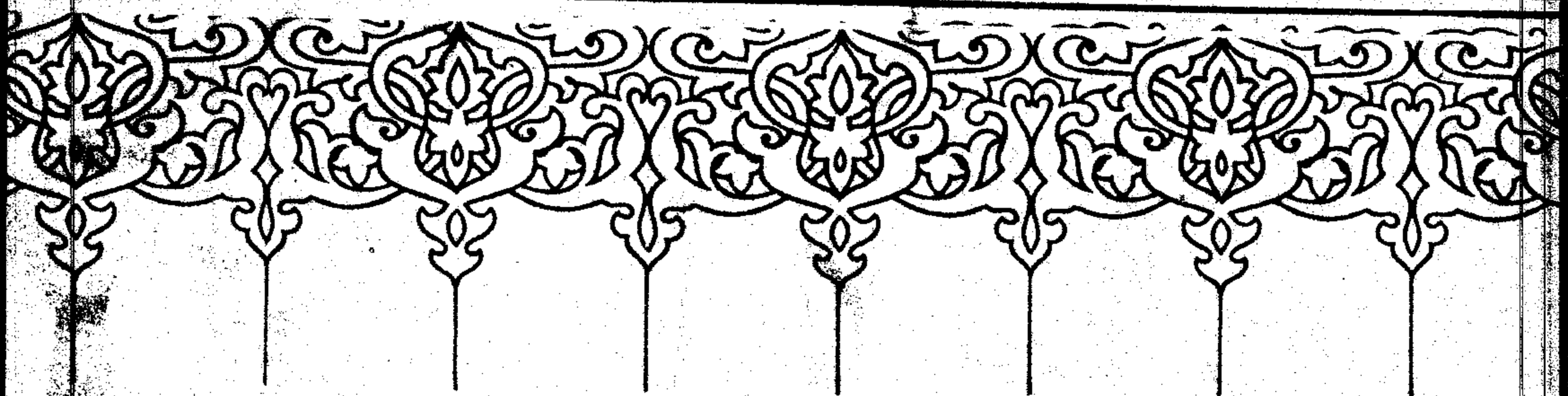
فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم..

حضرت علی ابن ابی طالب کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔
"جب میری امت میں چودہ خصلتیں پیدا ہوں تو اس پر مصیبتیں نازل ہونا شروع ہو جائیں گی۔"
دریافت کیا گیا یا رسول اللہ! وہ کیا ہیں؟ تو فرمایا:

- جب سرکاری مال ذاتی ملکیت بنالیا جائے۔
- امانت کو مال غنیمت سمجھا جائے۔
- زکوٰۃ جرمانہ محسوس ہونے لگے۔
- شوہر بیوی کا مطیع ہو جائے۔
- بیٹا ماں کا نافرمان بن جائے۔
- آدمی دوستوں سے بھلائی کرے اور باپ پر ظلم ڈھائے۔
- مساجد میں شور مچایا جائے۔
- قوم کا رذیل ترین آدمی اس کا لیڈر ہو۔
- آدمی کی عزت اس کی برائی کے ڈر سے ہونے لگے۔
- نشہ آور اشیا کھلم کھلا استعمال کی جائیں۔
- مرد ابریشم پہنیں۔
- آلات موسیقی کو اختیار کیا جائے۔
- رقص و سرور کی محفلیں سجائی جائیں۔
- اس وقت کے لوگ پہلوں پر لعن طعن کرنے لگیں۔

تو لوگوں کو چاہئیے کہ وہ ہر وقت عذاب الٰہی کے منتظر رہیں خواہ سرخ آندھی کی شکل میں آئے یا زلزلے کی شکل میں یا اصحاب سبت کی طرح صورتیں مسخ ہونے کی شکل میں۔ (ترمذی ۔ باب علامات الساعۃ)

١

— منجانب —

داؤد ہرکولیس کیمیکلز لمیٹڈ

اے بی سی آڈٹ بیورو آف سرکولیشن کی مصدقہ اشاعت

لہ دعوۃ الحق

ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک

جلد نمبر : ۲۴
شمارہ : ۴
جمادی الاولیٰ : ۱۴۰۹ھ
جنوری : ۱۹۸۹

فون نمبر ڈائریکٹ ڈائیلنگ سسٹم
۳۲۰/۳۲۱/۳۲۵
کوڈ نمبر : ۵۲۳۱۷

بیاد
حضرت مولانا عبدالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ
مدیر :
حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ العالی
معاون مدیر : مولانا عبدالقیوم حقانی ○ ناظم : شفیق فاروقی

اس شمارے کے مضامین

بدل اشتراک : پاکستان میں سالانہ ۵۰ روپے ۔ فی پرچہ ۵ روپے ۔ بیرون ملک بحری ڈاک ۸ پونڈ ۔ بیرون ملک ہوائی ڈاک ۱۲ پونڈ
سمیع الحق استاذ دارالعلوم حقانیہ نے منظور عام پریس پشاور سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ "الحق" دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک سے شائع کیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

- عورت کی سربراہی، علماء کی ذمہ داریاں اور لائحہ عمل
- بلوچستان اسمبلی کا قتل
- جمہوری حکومت کا پہلا تحفہ؛ مجرموں کی آزادی
- مولانا نسیم احمد فریدی کا سانحۂ ارتحال
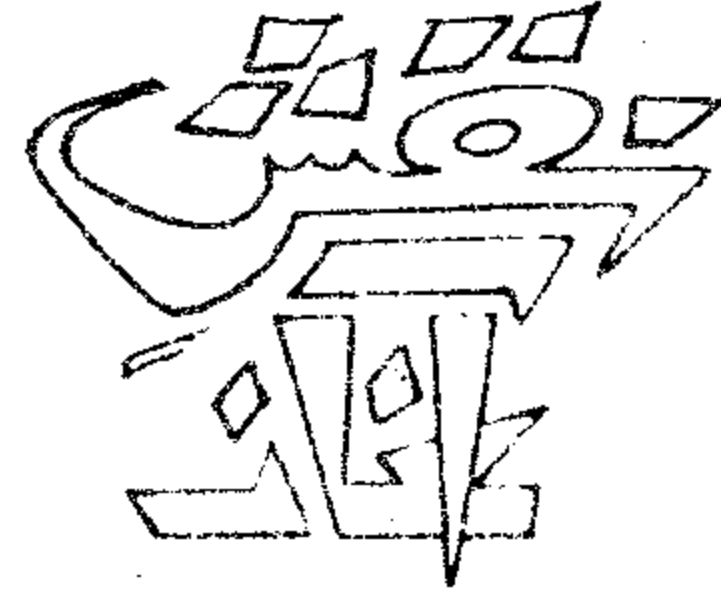
بالآخر انتخابات کے بعد انتقالِ اقتدار کا مرحلہ اور پاکستان میں حکومت اور ریاست کے سیاسی ڈھانچے کی جمہوری تشکیل بھی بظاہر مکمل ہوگئی۔ قومی قیادت کی اہم ذمہ داریوں کی تکمیل کے آغاز سفر میں جناب غلام اسحاق خان کی محتاط و پختہ کار اور با اختیار صدارت اور بے نظیر صاحبہ کی جواں سال "مؤنث وزارت" کے درمیان باہم سازگار۔ اور ہم آہنگ رہنے کے بظاہر عہد و پیمان بھی باندھے جاچکے ہیں جکومت اور ریاست کا موجودہ سیاسی ڈھانچہ اتنا متوازن ہے کہ نہ تو کسی فریق کو مکمل احساسِ شکست سے بدحال ہونا چاہئے اور نہ دوسرے فریق کو بے لگام فتح کے نشے میں مست ہونا چاہئے اس صورت حال میں میانہ روی، اعتدال، شائستگی، قانون پسندی، پابندیٔ دستور، رواداری، اسلامی تعلیمات کی پاسداری، برداشت مفاہمت، پُرامن بقائے باہمی اور عدل و انصاف کے اقدار اور روایات کو اگر فروغ دیا جاتا تو روشن اور پُر اعتماد مستقبل کی طرف قومی پیش رفت کی توقع بھی کی جاسکتی تھی۔

ملک کی تازہ ترین صورت حال، نئی حکومت، نئی وزارتیں، نیا نظام، نئے نعرے، نئے کردار، نئے اور کچھ پرانے چہرے قوم کے سامنے آگئے ہیں۔ اور مؤنث وزارت عظمٰی بھی منظرِ عام پر سرِ بام آگئی ہے۔ قومی، ملکی، ملی اور بین الاقوامی سطح پر مثبت اور منفی ردِعمل سے بھی قوم پوری طرح آگاہ ہوچکی ہے۔ ملک اور بیرونِ ملک اخبارات، رسائل، ماہناموں ہفت روزوں اور روزناموں کے مضامین اور علماء کے خطبات جمعہ اور مواعظ حسنہ میں عورت کی سربراہی کے مسئلہ پر دینی و اسلامی اور علمی نقطۂ نظر سے واضح، قطعی ٹھوس مواد اور مفصل دلائل و براہین کے سامنے آجانے کے بعد اب شاید ہی کوئی فرد ہو جو اس کی حقیقت اور شرعی حیثیت سے ناواقف رہ گیا ہو۔

مگر اس سب کچھ کے باوجود بعض سیاسی قائدین اور مذہبی رہنماؤں کے جانب سے بھی نظام اسلام اور شریعت سے وابستگی کے دعوؤں کے باوصف جمہوریت کی دیوی پر نچھاور ہوتے ہوئے یہاں تک کہہ دینے میں کوئی باک نہیں محسوس کی جارہی کہ" بہت سی دوسری چیزوں کی طرح ہم نے عورت کی حکومت کو بھی مجبوراً قبول کرلیا ہے"! اور ایک محترم نے تو

یہ بھی ارشاد فرمایا کہ "ایسے دوسرے منکرات کی موجودگی میں گوارا تو کیا جا سکتا ہے لیکن اس کے حق میں فتویٰ تو نہیں دیا جا سکتا۔ مگر یاد رہے کہ ایک مسلمان کی حیثیت سے جسے قرآن و حدیث کی نصوص اور پیغمبر انقلاب ﷺ کی تعلیمات اور ہدایات پر کامل یقین ہو وہ کسی منکر کے وجود کو بطور ایک امر واقعہ اور حادثہ کے تسلیم تو کر سکتا ہے مگر اس پر اظہار پسندیدگی، اسے جمہوری یا شرعی سند جواز اور دینی حجت فراہم کرنا یا اس کے قطعی منکر ہونے کے باوجود اس پر تسامح مداہنت، چشم پوشی یا گوارا اور محض برداشت کر لینے کی تلقین کرنا اس سے ممکن نہیں۔ حیرت ہے کہ دین اسلام تحریک وانقلاب اور نفاذ شریعت کے دعووں کی دھوم اور نعروں کی گونج میں یہ لوگ منکرات کے معاملہ میں ایک مسلمان کے رویئے کے بارے میں بس گوارا اور برداشت کر لینے کی نصیحت کر کے رک جاتے ہیں اور انہیں یہ محسوس بھی نہیں ہوتا کہ بحیثیت مسلمان کے ان کی ذمہ داریاں اس سے آگے کچھ اور بھی ہیں۔ مسلمان منکرات سے مفاہمت، مداہنت یا محض گوارا اور برداشت کرنے کو مقصد حیات نہیں سمجھتا۔ مسلمانوں میں تو غلبۂ اسلام اور انقلاب کی روح بے چین رہتی ہے انقلاب تجربہ اور خیر و شر کی کش مکش سے قوموں کی موت و حیات کا فیصلہ ہوتا رہتا ہے کارگاہ حیات میں جو قومیں پھونک پھونک کر قدم رکھتیں اور اپنے ہر نفس کا محاسبہ کرتی رہتی ہیں وہ زندگی کی مستحق قرار پاتی ہیں اور دنیا میں ان کا وجود فیصلہ کن طاقت بن جاتا ہے ؎

دیدہ انجم میں ہے تیری زمیں آسماں — آہ کہ صدیوں سے ہے تیری فضا بے اذاں
جس میں نہ ہو انقلاب موت ہے وہ زندگی — روح امم کی حیات کشمکش انقلاب

ہمیں یہ کہنے میں کوئی باک نہیں کہ مسلمان جیسی غیور اور جسور قوم کی سرکردہ رہنما اور قائد ایک نوجوان خاتون بنا کر قرآنی تعلیمات، واضح نصوص اور نبوی ﷺ ہدایات سے انحراف، بغاوت اور توہین، قومی و ملی روایات پردہ نشینی سے استہزاء اور عفت و عصمت کے آبگینوں کو چوراہوں پر توڑ دیا گیا ہے عورت جو امامت کبریٰ، امامت صغریٰ، شعائر اسلام، اذان، خطبہ، عیدین، اقامت جمعہ تک کی مکلف نہیں، جس کے لئے مسجد میں اعتکاف تک ممنوع ہے جسے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ناقصات العقل والدین کہا ہے جسے طلاق کا اختیار نہیں دیا گیا حدود اور قصاص میں عورت کی شہادت کا کوئی اعتبار نہیں کیا گیا حقوق اور معاملات میں بھی اس کی تنہا گواہی مردوں کے بغیر تام نہیں، عورت کو عدالت کی قضاء، وزارت کا قلمدان اور سیاست کے جھمیلوں سے بچانے کے لئے ان گراں بار ذمہ داریوں سے مستثنیٰ رکھ دیا گیا ہے۔ قتل خطا میں دیت اور تاوان بھی مرد ادا کرتے ہیں عورت پر قسامت تک کا وجوب نہیں جیسے ولایت نکاح تک کا اختیار نہیں۔ جن کے بارے میں واضح ارشاد ہے کہ اخروھن من حیث اخرھن اللہ اسے مسلمانوں کی ایک نظریاتی ریاست کے اقتدار اور سیاسی و قومی امور کی ولایت اور

مہار کیسے پکڑا دی گئی مسلمان قوم جس نے اب تک خون دے کر اسلامی روایات اور اخلاقی اقدار کی پاسداری کی ان کے ہاتھوں عورت سربراہی کے سٹیج پر آئے اور پوری مسلمان ملت کی رسوائی اور تذلیل کا ذریعہ بنے تو یہ دینی، اسلامی، فطری اور اخلاقی اعتبار سے پوری قوم کے لئے نہایت افسوس اور شرمناک بات ہے اور ڈوب مرنے کا مقام ہے ؎

ہوئے مر کے ہم جو رسوا ہوئے کیوں نہ غرق دریا
نہ کہیں جنازہ اٹھتا، نہ کہیں مزار ہوتا

ایسے ہی روز بد کے پیش آجانے پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو ہدایت فرمائی تھی

اذا کان امورکم الی نساءکم	جب تمہارے اجتماعی معاملات عورتوں کے
فبطن الارض خیرلکم من	سپرد ہو جائیں تو (اس وقت) تمہارے لئے
ظھرھا (الحدیث)	زمین کا پیٹ زمین کی پیٹھ سے بہتر ہوگا۔

کائنات کا ذرہ ذرہ ہماری حالت پر خندہ زن ہے پاکستان کے کروڑوں مسلمانوں کے اس سخت تذلیل و تحقیر پر تاریخ کے اوراق میں ان کی ہزار سالہ عظمتوں کی مرثیہ خوانی کا باب قائم ہو چکا ہے۔ اور اب کہنے اور لکھنے کے لئے کیا رہ گیا ہے۔

خلافت بغداد کی تباہی کا ماتم کرتے ہوئے مورخ کبیر علامہ ابن اثیر کوئی سال تک تردد رہا قلبی کیفیت کو چھپا نہ سکے اور لکھا کہ اسلام اور مسلمانوں کی خبرِ موت سنانا کس کو آسان ہے اور کس کا جگر ہے کہ ان کی ذلت و رسوائی کی داستان سنائے کاش میں پیدا نہ ہوتا کاش میں اس واقعہ سے پہلے مرچکا ہوتا اور بھولا بسرا ہو جاتا (الکامل ۱۲ ج ۱۲)

مگر آج کی یہ ذلتِ فاضحہ اپنی نوعیت کے لحاظ سے مسلمانوں کی پوری تاریخ کا ذلیل ترین سانحہ ہے۔

یٰلَیْتَنِی مِتُّ قَبْلَ ھٰذَا وَ کُنْتُ	کاش! میں اس سے پہلے مرجاتا اور بھولا
نَسْیًا مَّنْسِیًّا	بسرا ہو گیا ہوتا۔

؎ بسے نادیدنی را دیدہ ام من
مرا اے کاش! کہ مادر نہ زادے

اگر ضمیر و احساس ندامت ساتھ نہ دے اور غیرت کا پانی خشک ہو جانے سے آنکھیں اشکبار نہیں ہوتیں تو مر جائیے کہ ڈوب مرنے کے لئے اس سے بہتر موقع نہ پا سکو گے ؎

بہت سعی کیجئے تو مر رہیے میر
بس اپنا تو اتنا ہی مقدور ہے

مسلمان اور عورت کی سربراہی، تو اتنی متضاد چیزیں ہیں جتنا کہ خود روشنی اور تاریکی یا ہدایت اور ضلالت،
اسلام کی تاریخ میں شاذ و نادر سے بھی اس کی مثال نہیں ملتی۔ آج من حیث القوم ہماری ذلت و مسکنت کی انتہا
ہو چکی ہے مگر اسلام کی تاریخ ایسی مثال سے نا آشنا ہے۔

وہ دیکھئے گنبدِ خضراء کے مکین حضرت رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ڈیوٹی پر مقرر فرشتے امت
کی اس قدر بے حسی، غفلت اور ذلت و نکبت اور مسلمانوں کی عالمی رسوائی کی یہ کربناک اور دردناک رپورٹ
سنا رہے ہیں اس اندوہناک خبر سے گنبدِ خضراء دہل رہا ہے مظلوم امت کے شفیق پیغمبر صلعم پریشان ہوگئے ہیں ان کی
روح تڑپ رہی ہے وہ اپنے فدائیوں اور امتیوں کی راہ تک رہے ہیں کہ وہ کب اٹھیں گے اور ملت کی عزت و ناموس
سے ذلت و نکبت کے اس سیاہ داغ کو دھوئیں گے۔

حال ہی میں بلوچستان کے ایک بزرگ عالم دین حضرت مولانا عبدالصمد صاحب نے عمرہ کی سعادت حاصل کی اور
خواب میں حضرت سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت و ملاقات سے مشرف ہوئے موصوف بارہ روز مدینہ
منورہ میں رہے آخری رات روتے روتے نیند آگئی تو خواب میں دیکھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم انتہائی پریشانی
کی حالت میں ہیں۔ پیشانی پکڑے ہوئے سر جھکائے ہوئے آنکھوں سے آنسو جاری ہیں چاروں طرف سینکڑوں بزرگ
علماء بیٹھے رو رہے ہیں۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق اور حضرت مولانا مفتی محمودؒ بھی اس مجلس میں تشریف فرما
ہیں۔ اس موقع پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے انتہائی ناراضگی کی حالت میں فرمایا کہ پاکستان کے علماء کو کیا ہوگیا ہے
کہ انہوں نے اپنی غفلت کی وجہ سے میرے دین کو پوری دنیا میں رسوا کر دیا شریعت میں مردوں پر عورت کی حکمرانی
ممنوع ہے۔"

موصوف نے اس خواب کی روئیداد پر مشتمل ایک مفصل خط حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ کے نام لکھا اور
آخر پر لکھتے ہیں کہ:۔

"جب میں آپ صلعم کی مجلس سے واپس ہونے لگا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے تاکیداً فرمایا کہ "میرا یہ
پیغام عبدالحق کے بیٹے سمیع الحق کو پہنچا دیں"۔ موصوف لکھتے ہیں کہ میں سخت بیمار بوڑھا اور کمزور ہو چکا ہوں اس
لئے سردست بذریعہ خط حضور صلعم کے پیغام کی امانت پہنچا رہا ہوں۔"

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ پیغام محض خواب یا عقیدت پر حمل نہ کیا جائے بلکہ عقیدت پر بھی شریعت
غالب رہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

من رآنی فی المنام فقد رآنی فان الشیطان لا یتمثل بی

جس نے مجھے خواب میں دیکھا اس نے مجھے ہی دیکھا اس لئے کہ شیطان میری صورت میں نہیں آ سکتا۔

خدا کرے کہ یہ پیغام امت کی بیداری اور غلبۂ شریعت کی جدوجہد کی انگیخت کا ذریعہ ہو ؎

نہ ایراں سے نہ روما کے کج کلاہ سے ڈر
نبیؐ کی غصہ میں ڈوبی ہوئی نگاہ سے ڈر

چنانچہ اسی احساس مسئولیت، جذبۂ اعلاء کلمۃ الحق، علمی و دینی اور اسلامی تقاضوں اور اپنے فریضۂ منصبی کے پیش نظر حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ نے تمام مکاتب فکر سے تعلق رکھنے والے جید علماء کرام، مشائخ عظام، رہنمایان قوم اور بہی خواہان ملت کا ۲۶ دسمبر ۸۸ء کو جامعہ اسلامیہ راولپنڈی میں نمائندہ اجلاس بلایا۔ جب کہ اس سے قبل اور سیاہ انقلاب سے ایک روز پیشتر حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ نے صدر مملکت جناب غلام اسحاق خان سے ملاقات کی اور انہیں ایک مسلمان ملک کے سربراہ کی حیثیت سے نئی سیاسی تبدیلی سے ملک و ملت کو پیش آنے والے خطرات، عالمی رسوائیاں، دینی مضرات اور اس سلسلہ میں خدا و رسولؐ کے واضح احکامات سے آگاہ کیا۔ اور اسے اپنی حد تک اتمام حجت سمجھا۔ اور صدر کے وزارت عظمیٰ کے لئے اعلان نامزدگی کے بعد اور اس بدترین انقلاب کے وقوع پذیر ہونے سے پہلے کے لمحات انہوں نے جس بے چینی درد و الم اور اضطراب میں گذارے اخبار نویسوں کے جواب میں بغیر کسی تردد کے اس کا اظہار بھی کر دیا کہ "پاکستان کے حالیہ سیاسی انقلاب اور عورت کی سربراہی سے ملک و ملت کو درپیش آنے والی تازہ ترین صورت حال میرے نزدیک تمام عالم اسلام کے لئے سقوط بغداد اور سقوط ڈھاکہ سے کسی بھی طرح کم درجے کا المیہ نہیں ہے۔

بہرحال راولپنڈی کے اس نمائندہ اجلاس میں مغربی تہذیب کے اثر و نفوذ، قادیانیوں کی تازہ ترین سرگرمیاں الفضل کے اجراء، بے حیائی کے عروج اور اسلام کے نام پہ قائم ہونے والی مملکت اسلامی جمہوریہ پاکستان میں مروجہ لادین سیاست اور خالصتہً مغربی جمہوریت کی بحالی کے نتیجے میں جو عورت کی سربراہی عمل میں لائی گئی ہے اس کی بھرپور مذمت کی گئی اور متفقہ طور پر اسے ایک ایسا المیہ قرار دیا گیا جس سے پاکستان کے جمہور مسلمانوں کے خوابوں کا آئینہ ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا ہے۔ اور جس سے پاکستان کو واقعۃً ایک اسلامی نظریاتی ریاست بنانے کی تدبیروں میں نہ صرف ناکامی ہوئی بلکہ پورے عالم انسانیت میں پاکستان کی اس شرمناک رسوائی میں اضافہ ہوا ہے ـــ ملک بھر کے علماء کو اعتماد میں لے کر جدوجہد کا لائحہ عمل تیار کرنے کے لئے ۲۷ فروری ۱۹۸۹ء کو اسلام آباد میں تمام مکاتب فکر کے جید علماء اور دینی زعماء کا ملک گیر قومی کنونشن طلب کرنے کا فیصلہ کیا گیا جس میں پانچ ہزار سے زائد علماء کرام اور مشائخ و دینی زعماء شرکت کریں گے اور جس میں تمام دینی حلقے عورت کی حکمرانی کے بارے میں اجتماعی موقف اور جدوجہد کے لائحہ عمل کا اعلان کریں گے۔

پاکستان کی تاریخ نازک ترین لمحات سے دوچار ہے۔ عورت کی سربراہی صرف مسلمانوں ہی کے ننگ و عار کا مسئلہ نہیں بلکہ یہ تاریخ اسلام کا ایک بدنما داغ ہے۔ قرآن و حدیث، فقہ و قانون، اجماع امت، اسلامی روایات اخلاقی اقدار، دینی غیرت و حمیت، فطری قوانین اور عفت و شرافت کا منہ چڑھا کر قومی اور ملکی خودکشی کا ارتکاب کیا گیا جبکہ اس سے قبل علماء حق بالخصوص قائد شریعت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق، مرد قلندر حضرت درخواستی اور قائد اسلامی انقلاب مولانا سمیع الحق نے سمجھانے اور اتمام حجت کرنے میں کونسی کسر اٹھا رکھی تھی۔ ایم آر ڈی کے نام سے پیپلز پارٹی اور بے نظیر صاحبہ کو ملک پر مسلط کرنے کی کوششوں کی مخالفت کی اور آخر دم تک اسی موقف پر ڈٹے رہے کہ یہی روزِ سیاہ ان کے سامنے تھا۔ دینی جماعتوں کو متحدہ پلیٹ فارم دیا۔ نفاذ شریعت کی تحریک چلائی خالصتاً اسلامی سیاست کے خدوخال اجاگر کئے۔ حضرت قائد شریعت شیخ الحدیثؒ نے تو ایک محفل میں یہ بھی ارشاد فرما دیا تھا کہ "آج ہماری باتوں کو نہیں سمجھتے مگر ایک وقت آئے گا جب تم ہماری قبروں پر کہو گے کہ تم لوگ صحیح کہا کرتے تھے" ارباب علم و بصیرت نے علم و حکمت کے دروازے وا رکھے تھے وعظ و نصیحت کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں ہونے دیا اور وہ آج کم از کم اللہ کے ہاں اس جرم میں شریک ہونے سے بری الذمہ ہیں۔ مغرب کی لادین اور مادر پدر آزاد جمہوریت کی بحالی کی تحریک اور پیپلز پارٹی کی رفاقت اور معیت اور قیادت میں ایک سے ایک بڑھ کر مقام عبرت بھی نمودار ہونے گئے۔ اسباب و محرکات اور نتائج و ثمرات چیخ چیخ کر اپنا وجود جتلاتے اور مستقبل کی ہولناکیوں کی خبر دیتے رہے مگر اہل سیاست کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگی اور اس مسئلہ میں اللہ تعالیٰ نے ان کے کانوں، آنکھوں اور دلوں پر مہریں لگا دی تھیں۔

دوستو! اب باتوں کا نہیں عمل کا وقت ہے مومن بن کر گفتار و کردار سے قول و عمل سے ظاہر و باطن سے ہر لمحہ اور ہر لحظہ ایک غازی اور مجاہد بن کر میدان عمل میں در آئیے جہاد پیہم اور جہد مسلسل کی یہی تو گھڑیاں ہیں قدرت نے ہمیں جھنجھوڑ دیا ہے۔ اب اٹھئے، ہمارا نعرہ ہمارا شعار ہماری لگن اور ہمارا فیصلہ ایک ہو اور صرف ایک کہ انقلاب اور مکمل اسلامی انقلاب، حق کی سربلندی، باطل کی سرکوبی، یا پھر موت، موت نہیں شہادت جس پہ کروڑوں سال کی زندگی نثار ہو ؎

جو موت آئے رضائے حبیب کی خاطر
وہ موت موت نہیں، زندگی کا حاصل ہے

فبطن الارض خیر لکم من ظہرھا کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اہل اسلام صالحین امت، دردمندان قوم اور علماء دین خلوت خانوں، چلّوں، تدریسوں، تصنیفات اور اپنے اپنے حلقۂ اثر میں محدود دینی کام کرتے رہنے سے اپنے فریضۂ منصبی سے عہدہ برآ ہو جائیں گے اور اس سے وہ خدا کی گرفت سے محفوظ رہ جائیں گے اور نہ اس کا

یہ مطلب ہے کہ خودکشی کر کے بطن الارض کی راہ لے لی جائے بلکہ منشاء نبوت یہ ہے کہ ایسے حالات میں مقدور بھر جدوجہد کی جائے حتیٰ کہ فتح مندی و نیک نامی اور شرافت وعزیمت کا بلند مقام حاصل کر لیا جائے ورنہ مقابلہ کرتے کرتے اپنی جان جانِ آفرین کے سپرد کر دی جائے کہ اس دور میں کسی خوش نصیب کو ایسی دولت مل جائے تو بسا غنیمت ہے ؎

یہ رتبہ بلند ملا جس کو مل گیا
ہر مدعی کے واسطے دار و رسن کہاں

بلوچستان اسمبلی کا قتل، جمہوریت آمریت کی راہ پر!

جمہوریت کے قیام اور نئی حکومت کے استحکام کی خشتِ اوّل میں ارباب اقتدار نے بلوچستان کے عوام کے فیصلے کو ایک سازش سے ٹھکرا دینے کا اہانت آمیز اقدام کرتے ہوئے بلوچستان اسمبلی کو توڑ دیا جمہوری روایات کے اعتبار سے یہ سانحہ حد درجہ نامناسب اور المناک حادثہ ہے اور پھر اس لحاظ سے تو حد درجہ گھٹیا، سوقیانہ اور قابل ہزار مذمت ہے کہ وہاں پر علماء کی ایک مؤثر قوت موجود تھی اور اچھے اور دینی ماحول اور اسلامی انقلاب کے اثرات متوقع تھے جو کام باپ نے بلوچستان میں حصولِ اقتدار کے ۱۴ ماہ بعد کیا تھا وہ بیٹی نے ۳ دن میں انجام دے ڈالا — دنیا اس پر ہزار حیرت و استعجاب کا اظہار کرے ہمارے نزدیک یہ کوئی غیر متوقع امر نہیں تھا پیپلز پارٹی، اپنی ہیئت، اصل مزاج، اور اپنے عمل و کردار کے لحاظ سے موروثی قیادت، آمریت، اور فسطائیت کی روایات اور نامردگی کے اصولوں پر چلنے والی ایک غیر جمہوری جماعت ہے جسے جمہوریت کی امید کی کرن ہرگز نہیں قرار دیا جا سکتا۔ برسرِ اقتدار آنے کی صلاحیت اور جمہوریت قائم رکھنے کی اہلیت دو مختلف چیزیں ہیں جنہیں آپس میں گڈمڈ نہیں کیا جانا چاہئے۔ ہم نے پہلے سے کہہ دیا تھا کہ یہ پارٹی برسرِ اقتدار آئے گی تو جمہوریت نہیں فسطائیت لائے گی چنانچہ عملاً برسرِ اقتدار آتے ہی بلوچستان اسمبلی توڑ کر جمہوریت کا ستیاناس کر کے تشنہ گانِ جمہوریت کو بری طرح مایوس کر دیا۔

کاروانِ علماء حق، وارثانِ علوم نبوت اور رفقاء شاہ ولی اللہؒ کے کارکن اور حضرت شیخ الہندؒ کے مشن کے علمبردار قائد شریعت شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کی رہنمائی اور سرپرستی میں مسلسل یہی جنگ لڑتے رہے کہ لادین قوتوں سے اتحاد اور پیپلز پارٹی کے ساتھ رفاقت میں مسلمانوں کے مسلسل جدوجہد اور قربانیوں کے نتیجہ میں بحالیٔ جمہوریت یا انقلاب کے نقد ثمرات دینی قوتوں کی جھولی میں آنے کے بجائے پیپلز پارٹی اور بقول مولانا سمیع الحق ایک "مؤنث جمہوریت" کی جھولی میں گر جائیں گے — ہم نے گذشتہ دور میں دیکھا اور اب بھی سب دیکھ رہے ہیں کہ پاکستان کی تمام تر سیاسی پارٹیاں، سیاست برائے سیاست میں الجھی ہوئی ہیں ان کی ساری سیاست خالصۃً

سیاست والوں کے اپنے مسائل، ذاتی مفادات، جاہ و منصب اور مقاصد تک محدود ہوتی ہے ع یہاں سب اپنے اپنے پیرہن کی بات کرتے ہیں۔ چنانچہ قائد شریعت شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ اور مولانا سمیع الحق نے اول روز سے واضح طور پر پوری قوم کے سامنے اپنے اس موقف کا اظہار کر دیا تھا کہ "مارشل لاء کے بعد پیپلز پارٹی کا اصل مسئلہ خود کو ایک عظیم سیاسی قوت کے طور پر از سر نو زندہ کرنا، اپنے گھناؤنے ماضی، اپنے بدترین نظریات، پارٹی منشور سے انحراف، بنیادی حقوق کی تاراجی، عدلیہ کی بے اختیاری، طلبہ پر مظالم، سیاسی کارکنوں پر تشدد، مزدوروں اور مظلوموں کے سینوں کو گولیوں سے چھلنی کرنے، اخبارات پر پابندیاں، علماء کی توہین، مساجد کی بے حرمتی، دینی مدارس میں شراب کی بوتلیں انڈلوانے، دینی اقدار اور اسلامی تعلیمات سے استہزاء، بے پردگی اور فحاشی کے فروغ اور اس نوع کے سنگین جرائم کو عوام کے ذہنوں سے محو کرنے، فسطائیت اور آمریت کے مکروہ چہرے پر جمہوریت پسندی کا روغن چڑھانے اور سب کو پیچھے دھکیل کر یا اپنا معاون اور وکیل صفائی بنا کر حزب اختلاف کی واحد جماعت کے طور پر خود کو ابھارنا تھا۔ جب لادین مغربی جمہوریت کے چیمپئن سیاستدان اور ان کے رفقاء یہ کارنامہ انجام دے چکے تو حصول اقتدار کی تکمیل آرزو کے قریب ترین امکانی مرحلے میں پیپلز پارٹی نے سب کو استعمال شدہ کارتوس کے خول کی طرح دور پھینک دیا۔ اور اب بلوچستان اسمبلی میں ایک بھرپور علمی اور دینی قوت کو تاراج کرنے سے اس کا اصل چہرہ مزید نکھر کر بے نقاب ہو گیا ہے اور آج حرف بہ حرف ہمارے درست موقف کی تصدیق ہو گئی ہے۔

★ ساڑھے سات سال تک لادین قوتوں کے اتحاد کی تشکیل اور تحلیل کے مختلف مراحل اور اب بلوچستان میں جمہوریت کے قتل سے جو بنیادی حقیقت ابھر کر سامنے آئی ہے اس سے لادینیت کے اتحاد میں مرکزی کردار ادا کرنے والے سیاستدانوں کی بصیرت و بصارت، سوجھ بوجھ اور ان کی فکر و فراست کا معیار و مقام اور پیپلز پارٹی کی اصل شناخت بھی بحال ہو گئی ہے اپنے دور اقتدار سمیت گذشتہ گیارہ سال سے اس نے اپنی فسطائیت آمریت اور تخریب کاری کے مکروہ چہرہ پر جمہوریت پسندی کی جو خوشنما اور فریب کارانہ نقاب چڑھا رکھی تھی بلوچستان اسمبلی توڑنے سے وہ نقاب بھی اتر گئی ——— تحریک بحالئ جمہوریت کے پُر فریب نام سے تحریک بحالئ آمریت کی جو مہم چلائی جا رہی تھی اس کے حقیقی محرکات اب ان تمام سیاستدانوں پر بھی منکشف ہو رہے ہیں جو دانستہ یا نادانستہ طور پر اس کے غلبہ و فروغ کا زینہ بن چکے تھے۔ اور جیسے ہم مسلسل الحق کے ادارتی صفحات میں اور ملکی سیاست کے پلیٹ فارم سے ببانگ دہل ظاہر کرتے آئے ہیں۔ وہ تمام دانشور جنہوں نے پیپلز پارٹی کو وفاق کے تحفظ کی آخری امید اور بقائے جمہوریت کی واحد علامت باور کرانے کی مساعی مشکور فرمائی تھیں اب بے چارے پینترے بدلنے میں مصروف ہیں۔

اہل علم و ارباب بصیرت تو روز اول سے دو اور دو چار کی طرح اس حقیقت کو سمجھ پائے تھے اور مسلسل سمجھاتے چلے آئے تھے کہ ماسکو کے ملحدوں، اسرائیل اور یہودیوں اور بھارت کے ہندوؤں کی مشترکہ میراث اور ان کی امیدوں کے مراکز سے قوم و ملت بالخصوص دینی اور مذہبی خیرخواہی کی توقع نجاست کے مزبلہ پر عطر کی خوشبو تلاش کرنا ہے اور یہ حقیقت کسی بڑی مقدار عقل کے بغیر بھی واضح ہو جاتی ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ پیپلز پارٹی کی فسطائیت کو جمہوریت کا لبادہ اوڑھانے، اسے وفاق کے تحفظ کی آخری امید باور کرانے اور عوام کے آنکھوں میں دھول جھونکنے کی کوششوں میں جو سیاسی رہنما عمداً، سہواً یا قلتِ علم و شعور کی وجہ سے عوام کو گمراہ کر رہے تھے اور مبتلائے گناہ تھے اب ان سب کی آنکھیں بھی کھل گئی ہیں اور خدا کرے کہ آئندہ بھی کھلی رہیں۔

اب بھی موجودہ حالات میں ہمارا ٹھوس مؤقف یہی ہے کہ پیپلز پارٹی حزبِ اختلاف کو باہم ناچاقی، اختلافات اور انتشار میں ڈال کر سب کو تنکا تنکا کر کے ون پارٹی آمریت قائم کرے گی۔ اور اس طرح سوشلزم دہریت لادینیت، مرزائیت اور شیعیت کے غلبہ اور ترویج کا ذریعہ بنے گی۔

نیز اپنے مخصوص مزاج کے پیش نظر سودا بازی کر کے آٹھویں ترمیم کے مکمل خاتمے کی صورت میں بعض اہم اصلاحات مثلاً قرارداد مقاصد کی مؤثر حیثیت، شرعی عدالتیں، نفاذِ شریعت آرڈیننس، امتناع قادیانیت آرڈیننس حدود آرڈیننس، سودی نظام کے خاتمے کے بعض اقدامات ارکان اسمبلی کے لئے شرائط و اہلیت، صدر اور وزیر اعظم کے درمیان اختیارات کے توازن کی تنسیخ کا بدترین اقدام کر گذرنے میں کوئی باک نہیں محسوس کرے گی۔ لہذا حزبِ اختلاف کے تمام رہنماؤں سے ہماری یہی گذارش ہے کہ خدارا حزب اختلاف میں رہ کر مضبوط مؤقف اور ناقابلِ شکست وحدت کا مظاہرہ کیجیے۔ مداہنت سیاسی اور گروہی تعصب، ذاتی مفادات اور مقاصد کو بالائے طاق رکھ کر قومی، ملی اور ملکی سطح کے عظیم کارہائے نمایاں انجام دیجیے۔ کہ ملکی سلامتی، قومی یکجہتی اور آپ کی رہنمائی و قیادت کے بھی یہی تقاضے ہیں اور مومن کی تو شان بھی یہی ہے کہ وہ ایک سوراخ سے دو بار نہیں ڈسا جا سکتا ؎

وہی ہے صاحبِ امروز جس نے اپنی ہمت سے
زمانے کے سمندر سے نکالا گوہرِ فردا

جمہوری حکومت کا پہلا تحفہ، سزا یافتہ مجرموں، عالمی ڈاکوؤں اور قاتلوں کی جان بخشی

لادین مغربی جمہوریت درحقیقت فسطائیت اور ون پارٹی آمریت کا سب سے پہلا تحفہ اور قوم کے لئے اصلاحی اور بہترین معاشرتی سوغات بین الاقوامی سطح کے بدنام مجرموں، کراچی سے پان ایم کا طیارہ اغوا کرنے والے پانچ فلسطینیوں

بتھوڑا گروپ سے تعلق رکھنے والے سفاک قاتلوں، اور کشمیری بازار میں بم کا خوفناک دھماکہ کرنے والے دہشت گردوں اور ٦٠ افراد کے قاتل بدنام ڈاکو محمد خان اور دیگر کئی ایک مشہور زمانہ اور انسانیت سوز مجرموں کی سزاؤں کی معافی کا اعلان عام ہے اس سلسلہ کی تفصیلات اخبارات میں آگئی ہیں۔ کیسے کیسے ہولناک دہشت گرد، وحشی قاتل، بدنام اور سفاک ڈاکو اور جنسی جنونی قاتل اپنے بدترین مجرمانہ کردار کی عبرتناک سزاوں سے بچ گئے ہیں۔ نیز سزا یافتہ مفرور مجرموں کی واپسی کے لئے ملک کے دروازے کھول دئے گئے۔ علاوہ ازیں رمضان المبارک ۱۴۰۵ھ کو جن قادیانی غنڈوں نے عین صبح کی نماز باجماعت میں سکھر کی تاریخی مسجد منزل گاہ پر بم پھینکے تھے جس سے متعدد نمازی شہید اور زخمی ہوئے اور جو اس وحشت ناک جرم کی سزا میں موت کے منتظر تھے ان کی بھی اور ساہیوال میں غنڈہ گردی اور جارحیت کے مرتکب دوسرے دو قادیانیوں کی بھی معافی کر دی گئی۔ تو کیا یہ خون شہداء سے غداری اور ان کے وارثوں اور یتیم بچوں پر بدترین ظلم نہیں، ہم اسے حکومت کے مستقبل کے لئے بدترین فال سمجھتے ہیں کہ وہ آغاز حکومت کے پہلے اقدام میں بدترین مجرموں، مشہور زمانہ ڈاکوؤں اور قادیانی قاتلوں کا تحفظ کرے۔ اور اس قسم کے خالص مذہبی نوعیت کے معاملات میں مداخلت خود حکومت کے لئے بھڑوں کے چھتے کو چھیڑنے سے بھی زیادہ خطرناک ثابت ہو سکتی ہے۔

حیرت ہے کہ اس قدر خونخوار اور انسانیت دشمن لوگ کس بنیاد پر جان بخشی کا حق رکھتے ہیں کیا ان وحشی قاتلوں نے باہر آکر مشغلہ قتل و غارت گری سے باز رہنے کی ضمانت دے دی ہے؟ اور کیا وہ لوگ کسی بھی ہمدردی اور انصاف کے مستحق نہیں ہیں جو ان وحشی قاتلوں کے ہاتھوں خاک و خون کے اندر تڑپا دئے گئے سہاگ لٹوا دئے گئے بچے یتیم کر دئے گئے اور بے گناہ شہری نقد جان سے محروم کر دئے گئے۔

بہرحال حکومت کے اس اقدام اور ہر لحاظ سے ناروا فیصلے سے عدل و انصاف کے تقاضے اور عدالت کی آزادی بری طرح مجروح ہوتی ہے جس کی جتنی بھی مذمت کی جائے کم ہے حکومت کے اس اقدام نے قانون کے باغیوں کے حوصلے بڑھا دئے اور قانون پسند شہریوں کو مایوس کر دیا ہے اور یہ تو ابھی آغاز ہے۔ آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا

ہمیں تو رنگِ گلشن دیکھ کر افسوس ہوتا ہے
سحر ہی کا یہ عالم ہے تو وقت شام کیا ہو گا

وفیات

★ ہندوستان کے جید اور بلند پایہ عالم دین، شیخ العرب والعجم مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے جلیل القدر مسترشد اور شاگرد رشید مولانا نسیم احمد فریدیؒ بھی گذشتہ ماہ عازم اقلیم عدم ہو گئے انا للہ وانا الیہ راجعون

مرحوم ایک جامع عالم، درویش محقق، مورخ، ادیب و شاعر اور عظیم فقیہ اور مفتی تھے ریسرچ و تحقیق اور تصنیف و تالیف اور علم میں فنا تھے۔ علم ان کا ذوق ہی نہیں ذائقہ بن چکا تھا۔ مرحوم کا امتیازی وصف یہی علمی ذوق اور علمی فنائیت ہے۔ سادگی تواضع فروتنی اور اخلاق میں اپنے شیخؒ کا پرتو تھے۔ تعلیم و تربیت، تصنیف و تالیف کے خالص علمی کام میں ہمہ وقتی اشتغال کے باوصف تحریری کام، گرد و نواح کے علاقوں میں دعوت و تبلیغ اور دینی مدارس کا قیام ان کے اولین ترجیحات میں شامل تھا۔ موصوف نصف صدی سے زیادہ تبلیغ و اشاعتِ دین کا کام پورے اخلاص اور جانفشانی سے کرتے رہے۔ فقر و مسکنت کی زندگی ان کی طبیعتِ ثانیہ بن چکی تھی۔ ادارہ مرحوم کے ورثاء، پسماندگان، متعلقین اور جملہ اہل خاندان کے ساتھ برابر کا غم میں شریک ہے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کے درجات بلند فرمائے۔ اور ان کی وفات سے جو خلا پیدا ہوا ہے اس کے پُر کرنے کی سبیل پیدا فرمائے۔

★ مولانا قاضی عبدالرشید کلاچوی بھی طویل علالت کے بعد اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ مرحوم قرآن کے حافظ، درسِ نظامی کے فاضل اور عام معاملات کے لحاظ سے ایک کھرے اور پکے مسلمان تھے۔ تمام زندگی ایک دینی مدرسہ، طلبہ اور اہلِ علم کی صحبت و معیت اور خدمت میں گذاری جب نماز پڑھتے تو انہیں دیکھ کر رشک آتا۔ کاش! ایسی نماز ہمیں بھی نصیب ہو جاتی۔ یہی ذوق تھا کہ طویل علالت اور شدتِ عذر کے باوجود ان کی کوئی نماز قضا نہیں ہوئی۔ مرحوم فضلاء حقانیہ مولانا قاضی عبدالحلیم، مولانا محمد نسیم، مولانا نصیرالدین اور مولانا معین الدین کے چچے اور بزرگ عالم دین مولانا قاضی عبدالکریم مدظلہ اور مولانا قاضی عبداللطیف مدظلہ کے برادرِ اصغر تھے۔ ادارہ حضرت قاضی صاحبان اور جملہ اہلِ خاندان کے غم میں برابر کا شریک ہے اور دعا ہے کہ باری تعالیٰ مرحوم کو کروٹ کروٹ اپنی رحمتوں سے نوازے۔ اور بلند مقامات و درجات عطا فرمائے۔ آمین

(عبدالقیوم حقانی)

افادات: شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رحمہ اللہ
ضبط و ترتیب: مولانا عبدالقیوم حقانی

بیاد مجلس شیخ الحدیثؒ

صحبتے با اہلِ حق

عورتوں کی حکمرانی کے تصور سے بھی کانپ اٹھتا ہوں

علماء اور طلبہ علوم دینیہ کا ایک وفد جس میں پنڈی، مردان، ڈیرہ اسمٰعیل خان اور دیر کے علماء شریک تھے۔ حضرت اقدس شیخ الحدیثؒ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ملک کی سیاسی صورتِ حال پر تبصرہ ہوا اور موجودہ حالات (۸۶ء) میں اہلِ علم کے لئے کرنے کا کام اور سیاسی راہِ عمل کے بارے میں دریافت کیا گیا۔

تو قائدِ شریعت حضرت شیخ الحدیثؒ نے ارشاد فرمایا: موجودہ حالات میں خواہ مخواہ انقلاب کا کچھ فائدہ نہیں جب تک اسلامی اور دینی انقلاب نہ ہو علماء کی قربانیاں، طلبہ کی محنتیں اور دیندار لوگوں کی جدوجہد اور مساعی رائیگاں جائیں گی، آخر یہ حالات تمہارے سامنے ہیں سوشلزم کا عفریت اور اباحیت کا سیلاب چڑھتا ہوا ہے ایسے حالات میں مغربی جمہوریت کی بحالی اور محض ایکشن اور انقلاب بے دینوں کو فائدہ پہنچائے گا، اور دیندار لوگوں کی تذلیل ہوگی۔ میری رائے یہ ہے اور اپنے حد تک اس کی کوشش بھی شروع ہے اور میں نے سمیع الحق سے بھی کہہ دیا ہے کہ اپنی ساری توانائیاں اور قوتیں نفاذِ شریعت کے لئے صرف کر دو اور جب ایک شخص اسلام کا نعرہ لگا رہا ہے جب وہ اسلام کی بات کرتا ہے تو اس پر واضح کر دو کہ وہ اپنے دعویٰ اور نعرہ کو عمل کی صورت میں دکھائے مجھے حیرت ہے کہ آپ علماء ہیں اور انقلاب انقلاب کے نعرے لگا کر کس کی حمایت کر رہے ہیں؟ کس کے پلّے میں انقلاب ڈال رہے ہیں انقلاب کے نتیجے میں بدترین لوگ آئیں گے اور غلط نظریات آئیں گے اور خدا نہ کرے کہ عورتوں کی حکومت آجائے پورے عالم میں رسوائی ہوگی میں تو یہ تصور بھی نہیں کر سکتا مگر لوگوں کا جو سیلاب دیکھتا ہوں اور اپنے ملک اور سیاستدانوں کے جو حالات دیکھتا ہوں تو اندیشہ یقین میں بدلنے لگتا ہے اور عورتوں کی حکمرانی کے تصور سے کانپ اٹھتا ہوں۔ اللہ ہمارے گناہ معاف کر دے اور ایسی حالات سے دوچار نہ فرمائے۔ ایسے حالات میں علماء اور عام مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ آنے والے گندے اور قوم و ملت کے حق میں رسواترین انقلاب کے لئے رکاوٹ بن جائیں۔

مدارِ حکومت علم نہ کہ مال

ارشاد فرمایا: علم بھی وہ نعمت ہے کہ طالوت کے متعلق جب قوم نے اعتراض کیا کہ یہ مفلس ہے حکومت چلانے کے لائق نہیں، تو جواب ملا کہ حکومت کے لائق تو صرف یہی ہے اور وجہ بتائی وزادہ

بسطۃ فی العلم والجسم کہ مدارِ حکومت علم ہے نہ کہ مال و دولت۔ علم کو اول ذکر کیا کہ حکومت کا منشاء علم ہے، فوجی طاقت کو بعد میں ذکر فرمایا۔ نیابتِ خداوندی کا منشا بھی علم ہے جس کے لئے ہم اور آپ نے خود کو دارالعلوم کے اس احاطہ میں مقید کر دیا ہے یہ محض اللہ تعالیٰ کی مہربانی اور کرم ہے ہمارا کمال نہیں۔ بعض دیہاتی اور گنوار لوگ جو اپنے اسلام لانے کو حضورؐ پر جتلایا کرتے تھے ان کے بارے کو حضورؐ کو ارشاد ہوا:۔

یمنون علیک ان اسلموا قل	آپ ان دیہاتیوں کو کہہ دیجئے کہ آپ اسلام
لا تمنوا علی اسلامکم	لانے کو ہم پر نہ جتلائیں کہ اللہ کا تمہارے
بل اللہ یمن علیکم ان	اوپر احسان ہے کہ اس نے تم کو اسلام کی
ھداکم للایمان (پ ۲۶)	توفیق دی۔

پاکستان کے دس کروڑ مسلمان یا روئے زمین کے اسی کروڑ سے زائد مسلمانوں میں سے کسی کو اس کام کے لئے منتخب کرنا اسی کی عنایت اور مہربانی ہے ہمیں چاہئے کہ ہر وقت سربسجود رہیں کہ اللہ نے ہمارے والدین اور رشتہ داروں کے دلوں میں یہ بات ڈال دی کہ ہم کو زمینداری صنعت وحرفت تجارت و مزدوری اور اپنی خدمت کے بجائے علم میں لگا دیا قال اللہ اور قال الرسولؐ سیکھنے کے لئے بھیجا اور قرآن اور حدیث کے سامنے ہمارے زانو تہہ کرائے۔

علم کی اولین شرط تصحیح نیت ہے

ارشاد فرمایا۔ علم کی تحصیل میں اولین اور اہم چیز نیت ہے ایک آدمی جب ایک کام کا ارادہ کرتا ہے تو اس کے لئے عزم اور نظریہ پہلے سے بناتا ہے۔ مقصد متعین کرتا ہے اگر یہ نیت ہو کہ آگے قبر، حساب کتاب کا مرحلہ ہے۔ خدا کے ہاں پیشی ہونی ہے اور اس کے عذاب سے بچنے کے لئے اس کی مرضیات کا حصول ضروری ہے، اور رضا کے حصول کے لئے علم ہی ذریعہ ہے۔ اب اگر پہلے سے علم اور اپنی زندگی کا مقصد متعین کر دے تو اس کا درجہ غازی اور شہید کے برابر ہے۔ شہید وہ ہے جس کا ایک نظریہ وعقیدہ اور عندیہ ہو اور لوگ اس کے نظریہ اور عقیدہ کی مخالفت کرتے ہیں مگر یہ اس کی صداقت پر مطمئن ہوتا ہے کہ سر جائے تو جائے مگر اس نظریہ کے چھوڑنے کے لئے تیار نہیں ہوتا۔ اس کا تعلق دل سے ہے یہ دل میں رچ جاتا ہے۔

مقصد کی خاطر قربانی

ارشاد فرمایا۔ آپ کو صحابہؓ کے واقعات معلوم ہیں اور پڑھنے کے دوران بھی معلوم ہوتے جائیں گے۔ حضرت جعفر طیارؓ کا ایک نظریہ تھا کہ زندگی کا مقصد اعلاء کلمۃ اللہ اور اعلاء اسلام ہے۔ میدانِ جنگ میں اسلام کا جھنڈا بلند کئے ہوئے ہیں۔ کافروں نے تلوار ہاتھ کاٹ دیا، دوسرے ہاتھ سے جھنڈا تھام لیا کہ گرنے نہ پائے۔ دوسرا ہاتھ کاٹا گیا، تو کہنیوں سے پکڑ کر سینہ سے لگا لیا۔ اور مرتے دم تک گرنے نہ دیا۔ کافروں نے تلواروں سے شہید کیا۔ تو گر پڑے۔ کتابوں میں ہے کہ حضرت جعفر طیارؓ کے دانت جھنڈے میں پھنس گئے تھے اور بمشکل جھنڈا ان کے دانتوں سے الگ کیا گیا۔ ان حضرات کا ایک عقیدہ تھا اور اس پر اذعان تھا۔ کفار اس نظریہ کے مخالف

تھے۔ مگر ان میں جب تک جان باقی تھی وہ اس کا تحفظ کرتے رہے یقین تھا تب تو عمل بھی ایسا پیش کیا۔

دین کے لئے ہمارے اکابر کی قربانیاں

ارشاد فرمایا: ہندوستان کے دور اول میں بہت سے علماء شہید ہوتے بر سر راہ سینکڑوں کو پھانسی پر لٹکایا گیا۔ ہمارے شیخ الشیوخ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ بانی دارالعلوم دیوبند انار کے ایک درخت کے نیچے دین کی حفاظت کا کام شروع کیا۔ انگریز اسلام کو یہاں سے ختم کرنا چاہتا تھا اور جس طرح اندلس اور سمرقند و بخارا میں مسلمانوں کا حشر ہوا وہی حالت یہاں بھی دہرانا چاہتا تھا اور ہمارے یہی اکابر میدان میں آئے وہ سمجھ رہے تھے کہ دین کی حفاظت کی یہی ایک صورت ہے ان کے پاس وسائل و ذرائع نہیں تھے مگر محض اللہ کے بھروسہ پر کام کا آغاز کیا آج جو کچھ بھی ہے اسی اخلاص اور قربانیوں کا ثمرہ ہے۔

علم کی برکت سے دنیا کی آسودگی

ارشاد فرمایا: میں آپ کو کیا عرض کروں، حرص اور لالچ کا تو علاج نہیں ورنہ علم کی وجہ سے ہمیں دنیا کی آسودگی بھی حاصل ہے۔ ہمارے کپڑے عوام سے اچھے ہیں۔ ہمیں پانچ وقتہ صفائی کا موقعہ ملتا ہے جو اوروں کو نصیب نہیں۔ ہمیں اوروں سے زیادہ آرام و راحت میسر ہے۔ کسی کا ایک مہمان بھی اگر دوسرے دن رہے تو سگا بھائی کیوں نہ ہو اس کی خدمت سے تنگ آجاتا ہے مگر ہم ہر وقت اللہ اور اس کے رسولؐ کے مہمان ہیں اور اس نے اپنے بندوں میں علماء و طلبہ کی خدمت کے لئے ایسے لوگ پیدا کئے جو تمہاری خدمت اپنے اوپر انعام خداوندی سمجھتے ہیں۔ تمہاری ضروریات پوری کرتے ہیں وہ اپنے بچوں سے تمہیں زیادہ محبت کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں۔ یہ برکت ہے علم کی۔

علم کے لئے اذعان و یقین ضروری ہے

ارشاد فرمایا: کہ علم جیسی نعمت خداوندی کا شکر ادا کرنا اور قدر کرنا ضروری ہے علم کے لئے اس کی ضرورت ہے کہ جو چیز ہم کتابوں اور اساتذہ سے سیکھیں اس پر ہمارا اذعان و یقین ہو۔ ایک تو صرف رسم ہے کہ بعض لوگ علم سیکھتے ہیں یا باپ دادا عالم تھے تو اس لئے میں بھی علم حاصل کروں اور ایک طریقہ یہ ہے کہ کچھ پڑھا جائے اس پر دل مطمئن ہو اور یقین و اذعان ہو کہ یہ درست ہے۔

بھائیو! علم کے لئے اس بات کی ضرورت ہے کہ قلب و روح اور رگ و ریشہ میں رچ بس جائے اور یہ کہ اس میں ثواب و عقاب کا ذکر ہے اور جو وعد و عید ہے وہ یقیناً مرتب ہونے والا ہے اور اگر یہ حالت نہ ہو تو علم فائدہ نہ دے گا۔

حدیث کی روشنی میں طالب علم کی تین قسمیں

ارشاد فرمایا: حضورؐ فرماتے ہیں کہ وحی کی مثال بارش کی طرح ہے کہ اس سے دل اور بارش سے زمین زندہ ہوتی ہے۔ زمین تین قسم کی ہوتی ہے ایک وہ زمین جس نے اپنے اندر پانی جذب کیا، چند دن کے بعد سبزہ اور پھول ترکاری اور قسم قسم کے باغات اگ گئے۔ زمین سرسبز و شاداب بن گئی۔ جیسے ہمارے علاقہ کی سنگلاخ زمین کہ گویا وادی غیر ذی زرع ہے۔ پچھلے دنوں اللہ تعالیٰ کے فضل سے بارش ہوئی زمین نے پانی جذب کیا۔ اب ہر طرف سبزہ اور بہار ہے۔

دوسری قسم وہ زمین ہے جس نے پانی کو جذب نہ کیا۔ مگر پانی کو محفوظ کیا۔ نیچے کی تہ سخت ہے، پانی جذب نہیں کرتی۔ اور چونکہ وہ زمین پست ہے اور گڑھا ہے، اور پستی تواضع کی علامت ہے، اب اگرچہ اس سے سبزہ نہ اُگا مگر مخلوقات کو فیض پہنچ رہا ہے۔ سب چرند پرند حیوانات آ آ کر اس سے اپنی پیاس بجھاتے ہیں۔ اور پانی لے جاتے ہیں۔

تیسری وہ قسم وہ زمین ہے جس نے پانی نہ جذب کیا اور نہ پانی کو محفوظ رکھا جیسے پہاڑ اور ٹیلے وغیرہ بلکہ ادھر بارش ہوئی اور ادھر سارا پانی بہہ کر ضائع ہوگیا۔

تو وحی میں حیات کا مادہ ہے اس کے طالب بھی تین قسم کے ہیں۔ ایک طالب وہ ہے کہ علم کی راہ میں گھر سے نکلا بے نمازی تھا، ڈاڑھی منڈا تھا۔ خلاف سنت کام کرتا تھا۔ یہاں آکر چند دن میں بدل گیا۔ اب اس پر اعمال صالحہ، اتباع سنّت، عاجزی اور تواضع کے پھول اور چہرہ پر سنّت نبویؐ کا سبزہ اُگ آیا۔ اب لوگ اسے دیکھ کر حیران ہوتے ہیں کہ اس کی بداخلاقی، درشت کلامی، سب وشتم اور بدعملی یکایک کیسے بدل گئی یہ وہ طالب علم ہے جس نے بارش کو اپنے اندر جذب کیا۔ بعض ایسے طلبہ بھی ہیں کہ جنہوں نے علوم و معارف جمع کئے اور اب ان کو اوروں تک پہنچاتے ہیں گو خود زیادہ فائدہ نہ اٹھایا مگر دنیا کو فائدہ پہنچایا۔

تیسری قسم وہ ہے کہ نہ خود علم حاصل کیا اور نہ اوروں تک پہنچایا یہ چٹیل میدانوں اور بنجر زمین اور ٹیلوں کی مانند ہیں کہ نہ علم کو جذب کیا اور نہ اوروں کے لئے محفوظ کیا۔ صحیح معنوں میں علم حاصل کرنے والے بہت کم ہیں۔ الحمدللہ بعض ایسے بھی ہیں کہ علم اس لئے حاصل کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ راضی ہوجائے اور اس کی خوشنودی کا راستہ معلوم ہو۔

جناب مولانا سمیع الحق، مدیر الحق

اسلام میں عورت کا دائرہ کار اور حقوق

(آزادی اور بے حجابی کا مسئلہ)

کوئی ساڑھے گیارہ سال قبل سابق وزیر اعظم بھٹو نے کراچی کی ایک تقریب سے خطاب کرتے ہوئے پردہ کو فرسودہ خیالات قرار دیا تھا اور بلوچستان میں عورتوں کو پردہ سے باہر آنے کی سرعام دعوت دی تھی۔ اور اب پیپلز پارٹی نے عملاً بھٹو ازم کی تکمیل کرتے ہوئے ابتدائی مرحلے میں عورت کو پارٹی لیڈر اور ملک کا وزیر اعظم بنا دیا ہے۔ اس وقت حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ نے اس موضوع پر ایک ہمہ پہلو حاوی اور وقیع تحریر لکھی تھی جس میں مساواتِ مرد وزن، عورتوں کے حقوق، آزادی اور بے حجابی کا مسئلہ، عورتوں کی عصمت و احترام، پردہ کی اہمیت اور شرعی احکام، تہذیب مغرب کی یلغار اور اس سلسلہ میں مسلمانوں کے فرائض پر جامع بحث آگئی ہے۔ مسلمان قوم سے ایک عورت کی سربراہی کا تو تصور بھی نہیں ہوسکتا تھا۔ تاہم مضمون اپنے اقتضاء اور جامعیت کے لحاظ سے اس قدر واضح ہے کہ ضمناً عورت کی سربراہی اور موجودہ دور میں اس کے مضرات بھی واضح ہوجاتے ہیں۔ افادیت عامہ کے پیش نظر نذرِ قارئین ہے۔ (ع ق ح)

یورپ کی غلامی میں آکر جب عالم اسلام کے ذہن و فکر اور تہذیب و اخلاق کو مغرب نے اپنی لپیٹ میں لے لیا اور جن دینی علمی اور اخلاقی فتنوں نے اسلامی تہذیب و معاشرت پر یلغار کی اس میں سر فہرست ایک اہم فتنہ تحریک آزادیٔ نسواں اور مساواتِ مرد وزن ثابت ہُوا، اسلام کے نظام ستر و حجاب اور عورتوں کے مقدس اور محترم مقام و منزلت اور اس پر مبنی ایک پاکیزہ خاندانی نظام کو تہ و بالا کرنے کیلئے مستشرقین یورپ، غیر مسلم مصنفین اور ہمارے ہاں کی یورپی تہذیب کو معیار حق و انصاف سمجھنے والے نام نہاد مصلحین اور ترقی پسندوں نے اس نظام کو نشانۂ تضحیک بنایا، مسلمانوں میں مغرب سے مرعوب اذہان نے مغرب کی لے میں لے ملائی کبھی تعدد ازدواج کی ہنسی اڑائی گئی، پردہ کو مشقِ تحقیق بنایا گیا اور کبھی مسلمان عورتوں کی مظلومیت اور قید و بند کا ماتم شروع کیا اس طرح مسلمان عورت کی ایک نہایت بھیانک قابلِ رحم تصویر بنا دی گئی، برصغیر کے عہدِ غلامی سے طرح طرح کی آوازیں اٹھتی رہیں قیام پاکستان کے بعد عورتوں کی بے پردگی اور بے حیائی میں زبردست اضافہ ہُوا عورت کو اس کے مقام حیا و عفت سے ہٹانے کی مساعی ہوتی رہیں۔ مگر ایک دعوت اور تحریک کی شکل میں یہ کام بھی پچھلے دو ایک سال سے بڑی تیزی سے بڑھنے لگا۔ پچھلے سال کو خواتین کا عالمی سال کہا گیا۔ پاکستان بھی اس مہم میں پوری اقوام سے پیچھے نہ رہا یہاں تک کہ پاکستان کی اعلیٰ خواتین کے ایک وفد نے میکسیکو کی ایک تقریبِ خواتین میں شمولیت کی جس میں پیشہ ور عورتوں نے پیشہ کو قانونی حق دینے اور ایک عورت کو کئی مردوں سے شادی رچانے

جیسے ستارے بھی کئے گئے۔ قومی اسمبلی میں خواتین کے عالمی سال کے متعلق ایک قرارداد پیش کی گئی اور سال بھر آزادیٔ نسواں اور حقوقِ نسواں کی تائید میں تقریریں ہوتی رہیں۔ مگر اس مسئلہ کا نقطۂ عروج وہ تھا جب پاکستان کے محترم وزیراعظم نے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی سیرتِ مقدسہ سے متعلق کانگریس کی آخری تقریب کراچی کے استقبالیہ میں دنیا بھر کے مسلمان مفکرین کے سامنے پردہ کے بارہ میں اظہارِ خیال کیا اور یہ ہماری رائے میں اس کانگریس کا خاتمہ نہیں سوء خاتمہ تھا۔ جب آپ نے فرمایا کہ ہمیں اقتصادی مشکلات کی وجہ سے پردہ جیسے فرسودہ خیالات پر نظرِ ثانی کرنا ہو گی۔ پھر جناب وزیراعظم نے ایک اور عملی قدم اٹھاتے ہوئے بلوچستان کی ایک تقریب میں عورتوں کو پردے سے باہر آجانے کی دعوت دی اور فرمایا کہ یہ مساوات نہیں کہ عورتیں گھروں کی قید و قفس میں محصور رہیں، انہیں سیاسی اور اجتماعی میدانوں میں سامنے آنا چاہیئے اور یہ فرسودہ روایات ہیں۔ یہ صرف ایک رائے اور اظہارِ خیال نہ تھا، بلکہ ایک مسلم اور غیور و جسور قوم کو چیلنج دیا گیا تھی، اور یہ سطور لکھتے وقت اسلام آباد میں عورتوں کی حیثیت کے بارہ میں آرسی ڈی کے سیمینار میں صدرِ مملکت سمیت کئی اعیانِ سلطنت کے ایسے ہی خیالات اور پیغامات سامنے آرہے ہیں۔ پس جب قوم کھلے دل سے ایک اہم مسئلہ پر اپنے عمائدین کے ایسے خیالات سن رہی ہے، اسی طرح خدا و رسول کی مسئولیت اور ذمہ داریوں کے پیشِ نظر ہمیں کچھ گذارشات پیش کرنے کا حق ہے اور جب مسئلہ زیرِ بحث کا تعلق سیاسی نظریات اور سیاست سے نہیں ملک کی اخلاقی معاشرتی قدروں اور اسلام کے ایک مستقل نظام عصمت و عفت سے ہے تو ہر دردمند مسلمان کو قرآن و سنت کی روشنی میں اظہارِ خیال کا حق ملنا چاہیئے اور کھلے دل سے اسے سننا چاہیئے۔

اصولی طور پر پہلے ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ کیا واقعی اسلام میں عورت کی حیثیت اور حقوق کے تعین کا مسئلہ مبہم چھوڑ دیا گیا ہے۔ اور کیا واقعی اسلام نے عورت کو اس کا جائز مقام نہیں دیا اور یہ کہ اس بارہ میں دشمنانِ اسلام کا پروپیگنڈہ واقعی صحیح ہے؟ اس بارہ میں ہمیں تاریخ پر سرسری نگاہ ڈالنی ہوگی۔ اس بارہ میں کیا عرب اور کیا عجم اقوام و ادیانِ عالم کی تاریخ کا ایک ادنیٰ طالب العلم بھی اس نتیجہ پر پہنچ سکتا ہے کہ اسلام ہی وہ دینِ فطرت اور دینِ رحمت تھا جس نے عورت کو تحت الثریٰ سے اٹھا کر اوجِ ثریا تک پہنچا دیا۔ ظہورِ اسلام سے قبل دنیا بھر کے اقوام و ملل اور انسانی رسوم و رواج میں عورت جس ظلم و ستم اور ابتذال و تحقیر کی حالت میں مبتلا تھی اُسے قرآن نے ایک اعجازی لفظ جاہلیت اولیٰ سے تعبیر کیا ہے۔ یہ جاہلیت کیا تھی تاریخ شاہد ہے کہ اسے ایک مبتذل چیز سمجھا جاتا تھا جانوروں کی طرح اس کی خرید و فروخت عام بات تھی وہ کسی چیز کی مالک نہ سمجھی جاتی نہ وہ اپنے مال و متاع میں مردوں کی مرضی کے بغیر کوئی تصرف کر سکتی تھی نہ وہ کسی کی وراثت کی حقدار تھی نہ اسے کسی قسم کی وصیت کرنے کا اختیار تھا۔ اس کے قتل ہو جانے کی صورت میں دیۃ اور قصاص میں وہ مردوں کے برابر نہ تھی نکاح میں اسکی مرضی تو بڑی بات ہے مرد جب چاہتا اسے پیشہ کرانے پر بھی مجبور کر سکتا تھا

عورت کے بارہ میں جاہل اقوام کے عجیب روح فرسا نظریات تھے، روم جیسے متمدن اقوام میں ایک عرصہ تک سرے سے یہ مسئلہ بھی محل نظر رہا کہ عورت انسان بھی ہے یا صرف جانوروں کی طرح کوئی اور مخلوق۔ رومی ادوار میں اسے ایک نجس جانور قرار دیکر فیصلہ کیا گیا کہ اسے بات چیت کرنے کا بھی حق نہیں، باؤلے کتے یا اونٹ کی طرح اسکے منہ پر غلاف باندھا جائے گا۔ مغربی اقوام میں ایک رائے یہ بھی تھی کہ عورت ذی روح ہی نہیں اس بارہ میں یہ بھی اختلاف تھا کہ عورت عبادت، اور بندگی کی اہلیت بھی رکھتی ہے یا نہیں۔ بعض اقوام میں شودروں کی طرح عورتوں کے پورے طبقہ کو مقدس مذہبی کتابوں کے پڑھنے پڑھانے کی قانونی ممانعت تھی۔ اس طرح ادائیگی عبادات کی بھی، کئی قبائل اور اقوام بلکہ خودساختہ ادیان میں والد کو یہ حق دیا گیا کہ وہ اپنی بیٹیاں بیچ سکتا ہے۔ یہاں تک کہ بعض عرب قبائل میں اسے بیٹی کو زندہ درگور کر دینے کا "سماجی حق" حاصل تھا۔ اور یہ کوئی معیوب بات نہ سمجھی جاتی۔

دوسری طرف اس جاہلی دور میں جسے جاہلیت اولیٰ اور تبرج جاہلیت میں اشارہ کیا گیا ہے، عورت کو محض ایک آلۂ تعیش اور ذریعۂ استلذاذ بنا کر رکھ دیا گیا تھا اس کی حیثیت مردوں کی ایک شاملات ایک وقف اور ایک مشترکہ قومی ملکیت کی تھی کہ وہ مردوں کے مفاد عامہ کی ایک مخلوق اور تفریح طبع کا ایک سامان ہے۔ اس کا فریضہ ہے کہ غلاموں کی مانند مردوں کے آرام و راحت میں لگی رہے، اور نت نئی اداؤں، عشوہ طرازیوں اور نمود و نمائش کے نئے نئے طریقوں سے مردوں کو سامانِ تسکین فراہم کرتی رہے، کئی جاہلانہ رسومات میں عورت کئی مردوں کی مشترکہ متاعِ نشاط بن سکتی تھی۔ شوہر کے ہوتے ہوئے اس کا عاشق بھی برابر کا حقدار سمجھا جاتا اور ایک مرد بلا لحاظ عدل و انصاف اور بلا لحاظ تعداد جتنی بھی چاہے عورتوں کو نکاح یا تمتع میں رکھ سکتا تھا۔

اب اسلام نے آکر ایک طرف تو اس ضعیف و ناتواں جسم سے ظلم و استبداد کی ساری بیڑیاں توڑ ڈالیں، اسے مقامِ انسانیت میں مردوں کے ہمسر قرار دیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یا ایھا الناس انا خلقنٰکم من ذکر و انثی ــــ حضورؐ نے فرمایا عورتیں مردوں کا جڑواں نصف ہیں۔ پھر نہ صرف خطابات خداوندی کا مکلف اور مخاطب بنایا بلکہ یہ کہ عبادات کی اہلیت رکھتی ہے اور احکام دین کی تعمیل و امتثال میں اجر و ثواب، اور قدر و منزلت کے اعتبار سے مردوں سے بھی سبقت لے سکتی ہے ــــ ولیس الذکر کالانثیٰ ــــ قرآن کریم نے اگر عبدیت و عبادت میں بلا تفریق اگر مردوں کو مسلمین، مؤمنین، قانتین، صادقین، صبرین، خاشعین، متصدقین، صائمین، حافظین، ذاکرین کے خطابات دئے تو اسی کے ساتھ ہی عورتوں کو بھی مسلمات، مؤمنات، قانتات، صادقات، صابرات، خاشعات، متصدقات، صائمات، حافظات اور ذاکرات کے تمغوں سے نوازا اور بلا امتیاز ایسے دونوں طبقوں کو مغفرت اور اجر عظیم کی بشارت دی۔ فوز عظیم جنات خلد اور رضوان و خوشنودی کی بشارت دونوں فریقوں کو دیتے ہوئے کہا گیا: وعد اللہ المؤمنین والمؤمنات جنّات (الی قولہ) ذلک ھو الفوز العظیم۔ اسلام نے نہ صرف اس کا حق ملکیت تسلیم کیا بلکہ اسے

مال و دولت میں ہر طرح جائز عقد و تصرف، بیع شراء، اجارہ، عاریت، صدقہ اور ھبہ وغیرہ تصرفات کا اختیار دیا گیا اسے وصیت کرنے کا حق دیا میراث کا اسے مستحق قرار دیا۔ فرمایا: وللنساء نصیب مما ترک الوالدان والاقربون عورتوں کا والدین اور رشتہ داروں کی وراثت میں حصہ ہے ـــــ دیۃ اور قصاص میں وہ مردوں کے برابر ہے۔ انہیں قتل کرنا تو بڑی بات مارنا پیٹنا بھی ممنوع ہے۔ ان کی پاکدامنی اور عفت پر غلط انگلی اٹھانے والے اور تہمت لگانے والے دنیا اور آخرت میں لعنت کے سزاوار ہیں اور انہیں عذاب عظیم کی وعید ہے۔ ان الذین یرمون المحصنات الغافلات المؤمنات لعنوا فی الدنیا والآخرۃ ولہم عذاب عظیم ــ الآیہ۔ اگر چاہے تو اپنے شوہر کے غلط بہتان پر اس سے لعان کر سکتی ہے اور اس سے الگ ہو سکتی ہے۔ شریعت نے پاکدامن خواتین کی بہتان تراشی کی سخت سزا حد قذف مقرر کر دی ہے۔ الغرض وہ ہر طرح اپنے جائز حقوق کا دفاع کر سکتی ہے۔ اسلام نے اس کی انفرادی اجتماعی اور معاشرتی زندگی کی ہر ناجائز بندش توڑ دی ہے۔ نکاح میں اسے اپنی مرضی اور اختیار کا حق دیا گیا کہ جسے چاہے قبول کرے، چاہے مسترد کر دے۔ پھر اسلام نے نکاح کی حدود بھی متعین کر دیں کہ وہ مالکیت اور مملوکیت کا رشتہ نہیں زوجین کے باہمی تعلق اور ربط کا نام ہے اس عقد سے وہ مرد کی غلام نہیں بن جاتی، بلکہ یہ ایک ایسی تمدنی اور معاشرتی ضرورت ہے جس کے مرد اور عورت دونوں محتاج ہیں۔ اور یہ دونوں کے فطری تقاضوں کی تکمیل ہے۔ البتہ فریقین کی خلقی اور فطری ضرورتوں سے شوہر کو اس پر ایک گونہ برتری حاصل ہے۔ وللرجال علیھن درجۃ ـــ اور ـــ الرجال قوامون علی النساء۔ کہ اس میں عورت ہی کا تحفظ اور بھلائی ہے۔ اور اس ادنیٰ برتری کے صلہ میں بھی مرد کو مہر کا پابند بنا دیا گیا ہے، نہ صرف یہ بلکہ اس کی تمام ضروریات زندگی نان و نفقہ اور لباس و سکونت کا بھی ذمہ دار مرد ہی ہے۔ خواہ عورت کتنی بڑی مالدار اور ذی استطاعت کیوں نہ ہو مرد طرح طرح کی مشقتیں اٹھا کر اس کی اور اس کی اولاد کی ضروریات کی کفالت کا پابند ہے۔ اس کے علاوہ بھی مرد کو ہر قسم کے حسن سلوک کی تلقین کی گئی۔ فرمایا: وعاشروھن بالمعروف۔ حضورؐ نے فرمایا تم میں سے سب سے بہتر وہ ہے جس کا سلوک اپنی بیوی سے بہتر ہے۔

حقوق والدین کی وصیت کی گئی تو بار بار ماں کے بارہ میں زیادہ تاکید کی گئی فرمایا جنت ماں کے قدموں کے نیچے ہے، فرمایا جو شخص لڑکیوں کی کفالت کرے گا دوزخ کی آگ اس پر حرام ہو گی۔ فرمایا جو شخص دو بیٹیوں کی بلوغت تک نگہداشت کرے گا وہ جنت میں میرے ساتھ اتنا قریب ہو گا جیسے ہاتھ کی دو انگلیاں قریب ہوتی ہیں۔ فرمایا ما اکرم النساء الا کریم ولا اھانھن الا لئیم۔ عورتوں کی عزت و تکریم شرفاء کا اور ان کی اہانت و تحقیر رذیلوں کا شیوہ ہے۔

اسی طرح تعدد ازدواج میں جاہلیت کی غیر محدود تعداد اور مردوں کی کھلی چھٹی کو چار تک محدود کر دیا گیا اور یہ بھی اس شرط سے کہ جب عدل کے تقاضوں کو پورا کیا جا سکے۔ اب مرد استطاعت مالی کے باوجود بھی چاہے تو چار سے

زیادہ شادیاں نہیں کر سکے گا۔ اس طرح طلاق میں بے تحاشا اسراف اور دھاندلی کا سلسلہ تھا۔ اس اسراف اور ابتذال کو روکنے کے لئے مرد پر طرح طرح کے قدغن لگائے گئے۔ فرمایا: فان کرھتموھن فعسیٰ ان تکرھوا شیئاً ویجعل اللہ فیہ خیراً کثیراً۔ ان کے ساتھ نیکی کی معاشرت کرو۔ اگر تم انہیں ناپسند کرتے ہو تب بھی، تم کسی چیز کو ناپسند کروگے اور خدا اس میں بہت بھلائی رکھدے گا۔ پھر رجوع کی شکل میں اس مبغوض الی اللہ عمل کی تلافی کا موقعہ بھی مردوں کو دیا گیا۔ اسلام سے قبل بیواؤں کی حالت نہایت قابل رحم تھی اسلام نے نہ صرف عقد بیوگان کو جائز قرار دیا بلکہ حضور اقدسؐ نے اپنے پہلے نکاح میں عملی نمونہ پیش فرمایا۔ اور بیواؤں کی مشکل حل کر دی گئی۔ عورت کو یہ حق بھی اسلام نے بخشدیا کہ وہ نکاح کی شکل میں اس باہمی معاہدہ کو بامر مجبوری اور نامساعد حالات میں فریقین کی مرضی سے فسخ اور تنسیخ بھی کر سکتی ہے۔ الغرض دنیا کا کوئی دستور و نظام اور رسم و رواج ایسا نہیں جس نے عورت کو وہ مقام دیا ہو جو اسلام نے دیا۔

اسی طرح عورت کی اُس بے کسی کا معاملہ ہے جسے قرآن نے جاہلیت اولیٰ سے تعبیر کیا ہے جس میں عورت ایک بازیچۂ اطفال اور کھلونا بن کر رہ گئی تھی۔ اور اس وجہ سے یہ صورتحال خانگی اور تمدنی زندگی کے درہم برہم ہو جانے اور معاشرہ کی تباہی کا موجب بن رہی تھی۔ اسلام نے ان حالات کو اس طرح ختم کر دیا کہ مرد کی دست درازیوں اور شیطان صفت انسان نما درندوں سے اسکی حفاظت کے تمام وہ طریقے اختیار فرمائے جو عورت کو اس کی حیثیت اور مقام سے ہٹانے والے تھے خواہ وہ عملی وجوہات تھے یا نظریاتی یا پھر تصوراتی ہی کیوں نہ تھے۔ اسلام نے اسے حفاظت کے قابل ایک بیش بہا خزانہ ایک قیمتی اور انمول موتی اور ایک نازک آبگینہ قرار دیا۔

حضورؐ نے فرمایا: ان المرأۃ عورۃ مستورۃ (فی روایۃ خدرۃ مخدرۃ) فاذا خرجت استشرفها الشیطان۔ بلاشبہ عورت ایک چھپی ہوئی چیز ہے۔ جب وہ باہر نکل جاتی ہے تو شیطان اس کی تاک میں لگ جاتا ہے۔ کہ اب کسی کو دام میں پھنساؤں گا۔"

مردوں کو انہیں بُری نگاہ اٹھانے سے بھی روکتے ہوئے غض بصر کا حکم دیا گیا۔ حضورؐ نے فرمایا: زناء العین النظر۔ نگاہ بازی آنکھ کا زنا ہے کہ جیسی نگاہ ہو ویسے اُس کے اثرات ہوتے ہیں

مگر آج کا یہ دور آزادیٔ نسواں اور حقوق اور مساوات کے نام سے اس مقدس اور محترم صنف نازک کو دوبارہ اسی جاہلیت اولیٰ کیطرف لوٹانے کی سعی مذموم کر رہا ہے کہ مسلمانوں کی یہ شرافت مآب دولت اور قیمتی خزانہ پھر ایک بار گھر کی دہلیز سے نکل کر سر بازار تماشائے عالم بن جائے، رونق خانہ بننے کی بجائے شمع محفل ہو، آلات وصنائع اور حقیر سے حقیر مصنوعات کی تشہیر کا ذریعہ بن جائے وہ سیرگاہوں، پارکوں، ہوٹلوں، کلبوں، جلسوں، جلوسوں، اسمبلیوں اور عدالتوں، کارخانوں اور فیکٹریوں، تھیٹروں اور سینماؤں، سرکسوں اور میلوں میں اور سیاست کی اسٹیج پر چھلکتی ہوئی

رسوا ہوتی ہوئی، مشقتیں اور مصیبتیں اٹھاتی ہوئی مردوں کی نشاطِ طبع کا سامان بن جائے اور یہ وہی فاسقانہ تبرج، جاہلیتِ اولیٰ (جاہلیت کی نمود و نمائش) ہے جو اس آبگینۂ عصمت وحیاء کو سر بازار پاش پاش کرنا چاہتی ہے۔ یہ دعوت و تحریک، اسے مرد کا کھلونا اور لعبتہ لاعبین۔ بنانے کی دعوت ہے۔ یہ دعوت درحقیقت عورت کی آزادی کی نہیں اسے پھر سے غلام اور بے بس بنا دینے کی دعوت ہے۔ اور جاہلیت کی وہی شکل ہے جسے اسلام نے تہ و بالا کر کے رکھ دیا تھا۔ اس صورتحال کا جاہلیت ماضی سے موازنہ کیجئے تب حضرت عمرؓ کے اس ارشاد کی قدر و قیمت معلوم ہو سکے گی، فرمایا اس عظیم مصلح اور مفکر اور سیاستدان اسلام نے: انما تنقض عری الاسلام عروةً عروةً اذ نشأ فی الاسلام من لم یعرف الجاهلیة۔ جو شخص اسلام میں رہتے ہوئے جاہلیت کے طور طریقوں سے ناواقف ہے اس سے خطرہ ہے کہ وہ اسلام کو ایک ایک کڑی کر کے توڑ بیٹھے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ اسلام نے عورتوں کو کیسے اس جاہلیت اولیٰ کی ظلمتوں سے نکال کر نور کے اجالا میں کھڑا کر دیا۔ اسلام نے عورتوں کے حقوق کی رعایت، و نگہداشت، عصمت و عفت کی حفاظت تہذیب و تربیت کا ایک ایسا مستقل نظام پیش فرمایا جو اصول و جزئیات، جلی اور خفی، علمی اور نظری، عملی اور خیالی، تمام گوشوں پر ایسا حاوی ہے کہ اس نظام عصمت پر فحشاء اور فواحش کا سایہ تک بھی نہیں پڑ سکتا۔ دواعی اور اسباب فحاشی کو بھی فواحش کی نظر سے دیکھا گیا ہے۔ یہاں تک کہ خیال اور تصور کی لامحدود وسعتوں کو بھی عصمت و عفت کے دوائر میں محدود و محصور کر دیا گیا ہے۔ اس نظام میں حالات و مصالح، علل و بواعث اور جبلی اور فطری تقاضوں کی ہر طرح رعایت رکھی گئی ہے جس کے بغیر نہ سیاست مدنیہ درست ہو سکتی ہے نہ تہذیب اخلاق ممکن ہے نہ تدبیر منزل کارگر ہو سکتی ہے۔ اور جس کے بغیر ایک پاکیزہ معاشرہ کی تعمیر، اخلاقی قدروں کی حفاظت خاندانی نظام کا قیام و استحکام اور تہذیب و تمدن کا کوئی مثالی نمونہ قائم کرنا قطعی ناممکن ہے۔ آیئے ہم اس سلسلہ میں قرآن و سنت پر ایک سرسری نگاہ ڈالیں اور دیکھیں کہ مرد و زن کا خالق حکیم خداوند کریم اور بنی نوع انسان کے رحمت مجسم نبی الرحمۃ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہماری رہنمائی کس طرح فرمائی ہے۔ اس کے بعد ایک انصاف پسند اور جویائے حق طبیعت خود فیصلہ کر سکتی ہے کہ خدا اور رسول کا منشاء کیا ہے؟ ارشاد ربانی ہے:

وقرن فی بیوتکن ولا تبرجن — اور گھروں میں ٹھہری رہو اور پچھلی جاہلیت کی

تبرج الجاهلیة الاولیٰ۔ — زینت اور نمائش ترک کر دو۔

پہننے پر یہ پابندی ہوگی کہ وہ ایسے لباس میں رہے کہ اس کے جسم کا کوئی حصہ اور عضو نہ کھلے اور نہ مخفی محاسن کی نمائش ہو، فرمایا:

ولیضربن بخمرهن علی جیوبهن۔ — اپنے سینوں اور گریبانوں پر دوپٹوں کا آنچل ماریں۔

دوسری جگہ ازواج مطہرات، بنات اطہار اور تمام مسلمان خواتین کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

یدنین علیهن من جلابیبهن — وہ لمبی لمبی چادریں اپنے اوپر ڈھانک لیں۔

مفسرین نے جلباب کی تفسیر میں لکھا ہے:

ھوالرداء فوق الخمار۔ جلباب دوپٹہ کے اوپر اوڑھنے والی لمبی چادر کا نام ہے۔ حضرت عکرمہؒ فرماتے ہیں: تغطی ثغرۃ نحرھا بجلبابھا تدنیہ علیھا۔ وہ اپنے سینہ کو اوپر تک ڈھانک لیتی تھی۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں: الذی یستر من فوق الی اسفل۔ وہ کپڑا جو اوپر سے نیچے تک ڈھانپ لے۔

اس آیت کا مفہوم صحابیات نے یہی سمجھ لیا تھا حضرت عائشہؓ فرماتی تھیں انصاری عورتوں پر خدا رحم کرے کہ انہوں نے حکم حجاب سن کر بڑی چادروں کو پھاڑ کر اپنے اوپر لپیٹ لیا۔ شققن مروطھن فاعتجرن منھا۔ اب اگر دینی اور دنیوی ضرورت کی وجہ انہیں باہر نکلنا بھی پڑ جاتا تو بقول حافظ ابن حجرؒ۔ فقد کنّ یحجن ویطفن وھن مستترات الابدان۔ حضورؐ کے وصال کے بعد ازواج مطہرات حج اور طواف بھی کرتیں تو اپنے جسموں کو ڈھانپے ہوئے ہوتیں ــــ بلکہ اور موقعہ پر جسم کی تمام زینتوں کو چھپائے رکھنے کے لئے مزید تاکیدی حکم دیا گیا۔ فرمایا:

قل للمومنٰت یغضضن من ابصارھن ویحفظن فروجھن ولا یبدین زینتھن الا ما ظھر منھا۔ (الآیۃ)

مومنات کو حکم دو کہ نگاہیں نیچی رکھیں شرمگاہوں کی حفاظت کریں، اپنے بناؤ سنگھار کو نہ کھولیں مگر یہ کہ بجبوری اور بلا قصد خود ظاہر ہو جائے۔ اس پر اس میں گرفت نہیں۔

اس پردہ اور حجاب کا مزید واضح اور غیر مبہم حکم ان الفاظ میں دیا گیا:

واذا سألتموھن متاعًا فاسئلوھن من وراء حجاب۔ بغیر ضرورت کے پردہ کے پاس بھی مت آؤ۔ اگر بجبوری کوئی ضرورت پڑ جائے تو گھر میں جھانکنے اور داخل ہونے کی بجائے پس پردہ مانگ لیا کرو۔ گویا گفتگو بھی پس پردہ ہوگی اور ضرورت بھی بڑے بڑے معاملات تجارتی لین دین کی نہیں دکانوں اور سٹوروں میں ماڈل گرل بن کر تجارت کے سودے چکانے کی نہیں نہ پانخوں پر اور سرکسوں سے باہر ڈگڈگی بجا بجا کر لوگوں کو کھینچنے کی نہیں بلکہ صرف کوئی معمولی چھوٹی موٹی چیز جیسے لفظ متاعًا میں اشارہ کر دیا

اس آیت حجاب کا مقصد واضح ہے کہ اجنبیوں کے لئے نہ صرف عورت کا عام جسم بلکہ اس کا چہرہ اور ہاتھ پاؤں بھی حجاب کے حکم میں شامل ہیں۔ بعض روایات میں آیت بالا کے استثناء۔ الا ما ظھر منھا۔ کا مطلب یہ لیا گیا ہے کہ اس جملہ سے چہرہ ہاتھ اور پاؤں مستثنیٰ کر دئے گئے کہ عورت ان اعضاء کے چھپانے کی پابند نہیں ایسی روایات کو مخالفین پردہ ڈھونڈ ڈھونڈ کر نکالتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہمیں بے پردگی کا سرٹیفیکیٹ مل گیا ہے، حالانکہ یہ ناسمجھی ہے یا جان بوجھ کر دجل وتلبیس سے کام لیتے ہوئے مغالطہ دیا جاتا ہے۔ اس طرح یہ لوگ ان تمام روایات ونصوص کو نظر انداز کر دیتے ہیں جن میں ہاتھ پاؤں اور چہرہ کے ڈھانپنے کا صریح حکم دیا گیا ہے۔ حالانکہ درحقیقت دونوں قسم

کی روایات میں کوئی تعارض نہیں دونوں اپنے اپنے دائرہ میں واجب العمل ہیں۔ ایک کا دائرہ ستر اور دوسرے کا حجاب ہے۔ ایک ہے ستر عورت اور ایک ہے حجاب یعنی مردوں سے پردہ کرنا ستر عورت مرد اور عورت دونوں پر یکساں فرض ہے۔ مرد کے جسم کا ستر ناف سے لیکر گھٹنوں تک ہے یعنی یہ حصہ جسم کا کسی کے سامنے نہیں کھولے گا۔ جسم کا اس کے علاوہ حصہ ستر سے خارج ہے۔ اور عورت کے جسم کا ستر والا حصہ اتنا نہیں بلکہ گردن سے لیکر سینہ، پیٹ، پیٹھ، رانیں، ٹانگیں بمعہ ٹخنوں اور گٹہ تک چھپائے رکھنا فرض ہے جس طرح مرد جسم کا حصہ ستر، نہ گھر میں کسی کے سامنے کھولے گا نہ باہر، خواہ اس کا والد بھائی بیٹا کیوں نہ ہوں، اسی طرح عورت اپنے جسم کا مذکورہ سارا حصہ اپنے گھر میں محارم سے بھی چھپائے رکھے گی، البتہ چہرہ ہاتھ اور پاؤں کا چھپانا باپ بھائی بیٹے اور محارم سے چھپانا ضروری نہیں، اگر ان تین اعضاء کے علاوہ اکیلے میں بھی نماز کے دوران چوتھائی حصہ جسم کا کھل گیا یا مرد کے حصہ ستر کا ایک چوتھائی بھی کھل گیا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ یہ وہ حقیقی ستر ہے جو بذاتہ مردوں عورتوں پر یکساں لازم ہے۔ فرق ہے تو جسم کی حدود میں۔ اور جس طرح مرد اپنے ہم جنس مردوں سے بھی حصہ ستر چھپانے کا پابند ہے اسی طرح عورت اپنی ہی ہم صنف عورتوں سے بھی سوائے چہرہ اور ہاتھ پاؤں کے باقی سارا جسم چھپائے رکھے گی، یہاں تک کہ بلا ضرورت تنہائی میں بھی مرد یا عورت کو ستر کے حصے کھولنا مکروہ ہے۔ اور ایک حجاب یعنی تمام اجنبی مردوں سے پردہ جو صرف عورتوں پر لازم ہے، مردوں پر نہیں اس میں سر سے پاؤں تک بشمول چہرہ سارا حصہ ڈھانپنا ضروری ہے، حجاب اور ستر کے مختلف دائروں کو خلط ملط کر کے بے پردگی کا جواز نکالنے والے عموماً دھوکہ دیتے ہیں، اگر چہرہ اور ہاتھ پاؤں ستر نہ ہوتے تو پس پردہ گفتگو یعنی من وراء حجاب، کے قید لگانے کی ضرورت نہ ہوتی نہ ادناء جلابیب یعنی سر سے پاؤں تک لمبی چادر اوڑھنے کی۔ پس اگر بعض روایات میں کچھ مستثنیات ہیں تو ستر کے متعلق ہیں نہ کہ حجاب میں جسے ہمارے ہاں عرف عام میں پردہ کہا جاتا ہے ــــ

اسی طرح آیت استیذان میں مردوں پر لازم کیا گیا کہ کسی بھی گھر میں بغیر اجازت داخل نہ ہوں۔ اور اگر پس پردہ کبھی مجبوراً کسی نامحرم سے گفتگو کی نوبت آبھی جائے تو ہدایت کی گئی کہ سریلی آواز اور نرم و نازک لہجہ میں عورت گفتگو نہ کرے۔ بلکہ شائستگی کو ملحوظ رکھتے ہوئے روکھے پھیکے طرز میں ضروری جواب دیدے تاکہ کسی بدنیت اور خبیث الطبع شخص کے دل میں فتور نہ آجائے۔ فلا تخضعن بالقول فیطمع الذی فی قلبہ مرضٌ وقلن قولاً معروفا۔ الآیۃ۔

واویلا ہے کہ اس طرح تو عورت ایک قیدی کیطرح قفس میں محصور ہو کر رہ جاتی ہے کہ اس کے لئے گھر سے باہر قدم رکھنا بھی جرم ہے۔ حالانکہ آیات ونصوص اور روایات میں ممانعت کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ عورت کسی دینی یا دنیوی ضرورت اور مجبوری کی وجہ سے بھی باہر نہیں نکل سکتی۔ وہ بلاشبہ دینی و دنیوی ضروریات کیلئے باہر نکل سکتی ہے۔ حج و

زیارت کے لیے، عبادات کیلئے، تعزیت اور تیمارداری کیلئے، والدین اور قرابتداروں سے ملاقات کے لیے، علاج معالجہ کے لیے جاسکتی ہے۔ مگر اس کا یہ جانا کئی شرائط اور تقییدات کے ساتھ ہوگا۔ اسلام یہ چاہتا ہے کہ عورت بلاضرورت باہر نہ نکلے اور اس لئے طرح طرح سے خروج کی حوصلہ شکنی کی گئی کہ یہ نقل و حرکت کم سے کم رہ جائے اور جب خروج کی نوبت آبھی جائے تو یہ چیز عریانی، بے پردگی محاسن و نمائش کی تشہیر اور جذبات بھڑکانے کا ذریعہ نہ بنے اور اس کی چال میں، ڈھال میں، لباس اور گفتار میں فحاشی کا کوئی داعیہ اور عنصر شامل نہ ہو۔ یہ خروج شرائط کے ایک دائرہ میں محصور ہے۔ مردوں کو بھی اور عورتوں کو بھی غضِّ بصر کا حکم دیا گیا۔ اسے سفر کی ضرورت پڑے تو خواہ یہ سفر، سفرِ حج، ہی کیوں نہ ہو جس کی ادائیگی ایک فریضہ ہے۔ وہ باپ، بیٹے، بھائی، شوہر اور محارم کے بغیر نہیں جاسکتی۔ جب عبادت کے سفر کا یہ حال ہے تو عادت اور سیاحت کے اسفار میں اکیلے جانا جائز ہوگا۔ جو لوگ عورتوں کی قید کا رونا رو کر عورتوں کو دیس دیس کی سیاحت اور تنہا گھومنے پھرنے کا راستہ کھولنا چاہتے ہیں ان پہ ایک اخبار کے مراسلاتی کالم میں ایک گمنام خاتون نے بہت سادہ الفاظ میں اس طرح طنز کی ہے کہ خدارا ہمیں ان فقیرنیوں کی طرح نہ بنائیں جو ننگے سر ننگے پاؤں ننگے جسم کے ساتھ سامانِ سفر کا تھیلا پیٹھ پہ لادے ہوئے بھیک مانگتے ہوئے فٹ پاتھوں اور سڑکوں پہ گھوم پھر رہی ہیں۔
—— یہی خروج، تبرجِ جاہلیت نہیں تو اور کیا ہے۔ ٹیڈی باریک اور چست لباس پہن کر یا منی سکرٹ پہن کر سڑکوں پہ آوارہ گردی کرنا اس خروج کی اجازت اگر اسلام سے مطلوب ہے تو اسلام ایسی کاسیات عاریات (برائے نام لباس والی مگر درحقیقت ننگی) پہ لعنت بھیجتا ہے اور انہیں عذابِ جہنم کی وعید سناتا ہے۔

یہی حال حج کے علاوہ نماز باجماعت کا ہے جو افضل ترین عبادات میں سے ہے۔ صحابیاتؓ کی خواہش ہوتی کہ جماعت میں شریک ہوں مسجد نبوی کی نماز اور حضورِ اقدسؐ کی اقتداء میں باجماعت نماز، کہ ساری متاعِ کائنات اس کے سامنے ہیچ، اس سے بڑھ کر سعادت کیا ہوسکتی ہے —— نفسی اجازت تو دی گئی مگر یہاں بھی قیودات کے ساتھ کہ ماحول اور زمانہ فساد کا نہ ہو عورت کی عزت اور عصمت خطرہ میں نہ ہو۔ اور خواتین سر سے پاؤں تک ڈھکی چھپی ہوں۔ جس کی طرف "متلفعاتٍ بمروطھن" میں بھی اشارہ ہے۔ اور صفوں میں بھی ان کی صف سب سے آخر میں ہو۔ کہ سب سے آخر میں آکر سب سے پہلے چلی جائیں، اس طرح مردوں اور عورتوں کی نگاہوں کے تصادم کی نوبت ہی نہ آئے۔ اور بعض فقہاء و ائمہ نے تو جماعت میں مرد و زن کے محاذات کو مفسد نماز قرار دیا۔ غرض طرح طرح کی رکاوٹیں اس معاملہ میں بھی ملحوظ رکھی گئیں۔

ایک صحابیہؓ نے سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے اقتداء میں نماز پڑھنے کی خواہش ظاہر کی تو حضورؐ نے فرمایا گھر کی کوٹھڑی میں تمہارا نماز ادا کرنا اُس نماز سے افضل ہے جو تم گھر کے دالان میں پڑھو۔ اور گھر کے برآمدہ میں نماز اُس نماز سے افضل ہے جو تو گھر کے صحن میں ادا کرے۔ اور گھر کے صحن میں جو نماز پڑھے وہ مسجد کی نماز سے افضل ہے۔ اور

گھر کی اس نماز کی یہ افضلیت اس مسجد کی نماز پر دی گئی جہاں کی ایک نماز دیگر مساجد کی نماز پر ہزار گنا فضیلت رکھتی ہے۔ اور جو سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے اقتداء میں نماز کہ دنیا و آخرت کی ساری دولتیں اس کے سامنے ہیچ تھیں اور وہ اس عہد سعادت میں جب کہ عفت و تقویٰ کا چار سو دور دورہ تھا۔ اور تسلیم و انقیاد کی کیفیت خود عورتوں میں بھی ایسی تھی کہ آیت حجاب کے نازل ہونے پر جس خاتون نے راہ چلتے ہوئے اعلان حجاب سنا، اس کے وہیں قدم تھم گئے۔ جو جہاں تھیں وہیں ایک طرف ہو کر بیٹھ گئیں اور دوسرا قدم تب اٹھایا کہ اپنے آپ کو چادروں میں چھپا لیا تھا۔ مسجد جانے کے ضمن میں اجازت بھی دی گئی تو ایک حدیث میں اسے رات کی تاریکی سے مقید کر دیا گیا کہ جانا بھی چاہیں تو تاریکی شب میں جانا بہتر ہے۔ اور ایک روایت میں فرمایا کہ جب مسجد جانے کا قصد کرے تو خوشبو نہ لگائے بلکہ ممانعت بھی وارد ہوئی کہ جو عورت خوشبو لگائے وہ ہمارے ساتھ نماز عشاء میں شرکت نہ کرے۔ خوشبو کے علاوہ ایسا بناؤ سنگھار بھی منع ہے جو مسجد میں نمازیوں کے لئے فتنہ سامانی کا باعث بن جائے۔ فرمایا: ولیخرجن تفلات۔ مسجد جانے کیلئے میلی کچیلی ہو کر نکلیں یعنی بناؤ سنگھار اور میک اپ کر کے نہ نکلیں پھر خوشبو کی یہ ممانعت مسجد کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ جہاں بھی گھر سے باہر نکلے ایسی کوئی خوشبو لگانے سے احتراز کرے جو لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرنے کا ذریعہ بنے، ایسی عورت کو جو خوشبو لگا کر لوگوں کے پاس سے گذرتی ہے زانیہ کہا گیا فھی کذا وکذا۔

باہر نکلنے کے دوران یہ قید بھی لگائی گئی: ولیضربن بخمرھن علی جیوبھن۔ لمبی چادریں اپنے سینوں پر ڈھانک دیں۔ عورت اگر بجنے والا زیور پہنے ہوئے ہے تو چلتے ہوئے اسے بجا بجا کر نہ چلے کہ لوگوں کو مخفی زیور کا علم ہو سکے یا اس کے بجنے کی آواز سے لوگوں کو اس طرف رغبت ہو۔ ولا یضربن بارجلھن۔ الآیۃ۔ حضورؐ نے فرمایا کہ عورتوں کو اجنبیوں پر سلام کرنا نہیں نہ اس پر اجنبی مردوں کے سلام کا جواب دینا ہے۔ تمدن و تہذیب کے نام سے عورتوں کو کلبوں اور مخلوط مجالس میں کھینچ کھینچ کر لانے والوں کو اس میں سبق ہے کہ حضورؐ نے عورتوں کو حمام میں جانے سے روکا کہ وہ مرد و زن کے اختلاط کے مقامات میں سے ہے۔ اور ایسی تمدنی معاشرت اور سہولت صاحب شریعتؐ کو گوارا نہ تھی۔ عورتوں کو جنازے کے ساتھ جانے سے روک دیا گیا۔

اسی طرح عورت کی ایسے مناصب اور اسامیوں پر تقرری ممنوع کر دی گئی جن میں مردوں سے اختلاط اور رو برو ہونا یا خلوت کے مواقع کی فراہمی ناگزیر ہے۔ حکومت و ریاست ولایت عامہ قضاء اور عدالتوں کے کاموں سے انہیں روک دیا گیا۔ یہ تحدیدات صرف تمدنی، معاشرتی، عملی اور علمی حد تک نہ تھیں بلکہ خیالات اور تصورات تک میں حیاء و عفت کی نگہداشت کی گئی۔ مرد کا عورت کے بچے ہوئے پانی سے وضوء کرنے کو کسی نے ناجائز اور کسی نے مکروہ تنزیہی بھی کہا کہ کہیں خیالات کا سلسلہ وضوء سے گناہ تک نہ پہنچ جائے اور جو عمل تطہیر ذنوب و آثام کا ذریعہ تھا موجب آثام نہ بننے پائے۔ جنازہ میں امام عورت کے سینہ سے قدرے ہٹ کر کھڑا ہوگا گو اس پر ڈولی اور پردہ ہی کیوں نہ ہو کہ تصور

محاسن مرأۃ کیطرف منتقل نہ ہونے پائے، امام جماعت مقتدیوں کے اقتداء کی نیت کرے گا. مگر خاص طور پر عورتوں کی نیت نہیں کریگا۔ اسی طرح سلام پھیرتے وقت عورتوں کی نیت نہیں کی جائے گی۔ کہ آغاز یا انجام نماز تصورات بد کا ذریعہ اور ناجائز حظ نفس کا موجب نہ بن جائے۔

آج کہا جا رہا ہے کہ عورتوں کا گھر میں بند رہنا گویا کہ انہیں قفس میں قید رکھنا ہے۔ اور یہ حبس بیجا "مساواتی دور" میں برداشت نہیں کیا جا سکتا۔ اور اس طرح گھروں میں بیٹھے رہنے سے عورتوں کی صحت خراب ہوتی رہتی ہے۔ حالانکہ عورت کا اپنی مرضی اور طبعی و فطری تقاضوں سے گھروں میں بیٹھنا، جبکہ وہ دینی و دنیوی ضروریات کے لئے شرائط اور قیود کو ملحوظ رکھتے ہوئے نمائش زینت اور ذریعہ فحش بننے سے محترز رہتے ہوئے گھر سے باہر آجا سکتی ہے اور گھر کی چاردیواری اس کے لئے ہزارہا ہزار خطرات اور مصائب سے تحفظ کا ذریعہ بنی ہوئی ہے۔ ہرگز قید یا اذیت نہیں بلکہ عین راحت اور نعمت ہے۔ اگر گھر میں اپنی مرضی سے بیٹھے رہنا قید ہے تو پھر تو مردوں کا بھی زیادہ تر وقت گھروں میں رہتا ہے۔ انہیں بھی جبراً نکال دیا جائے۔ پھر بلا ضرورت آوارہ گردی کرنا تو مردوں کیلئے بھی معیوب ہے۔ تو اصل معاملہ خلقی اور جبلی تقاضوں کی وجہ سے تقسیم کار ہے۔ مرد باہر نکلتا ہے تو عورت اور اس کے بچّوں کی خاطر ہزاروں پریشانیوں اور مصیبتوں کا بوجھ اٹھائے ہوئے ہے، در کشاپوں میں فیکٹریوں اور کانوں میں پسینہ سے شرابور اپنا خون جلا رہا ہے۔ کہیں مزدوری اور کاشتکاری میں مقید و محصور ہے، کہیں دفتر کے ایک چھوٹے سے کونے میں صبح سے شام تک ساری زندگی ختم کر دیتا ہے۔ اسی طرح عورت کے ذمہ امور خانہ داری کی انجام دہی بچّوں کی تربیت و حفاظت، گھر کی نگہداشت کرنا ہے، وہ گھر کی اسیر نہیں رونق خانہ اور نور منزل ہے نئی تہذیب ظلم اور قید کے نام پر بظاہر جذبات ترحم ابھار کر اسے باہر کی ناقابل برداشت ذمہ داریوں اور صعوبتوں کی خاردار زندگی میں کھینچ کر اپنی فطری ذمہ داریوں کو اس کے سر منڈھنا چاہتی ہے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ گلیوں، کوچوں میں بازاروں اور فیکٹریوں میں اپنے لئے ذریعۂ تعیّش پیدا کیا جاتا ہے۔ ایک طرف تو قید کا یہ استدلال اور دوسری طرف اسی سانس میں کہہ دیا جاتا ہے کہ پاکستان کی زیادہ تر آبادی دیہات میں عورت پردے کی پابند نہیں اور اپنے خود ساختہ استدلال کی نفی کر دی جاتی ہے۔

اگر آرام و راحت اور جان و آبرو کے ایک گوشۂ راحت میں زندگی بسر کرنا قید ہے تو شہروں کے ان لاکھوں کروڑوں عوام کی زندگی کیا ہے جو ہزاروں مسائل کی چکّی میں پستے ہوئے ایک ہی شہر میں حیات مستعار ختم کر دیتے ہیں۔ ہر قسم کی آسائشوں سے محروم پانی کی قلّت، خوراک کا فقدان، اور اب شہری فضاؤں کی آلودگی کی وجہ سے ہوا جیسی عام نعمت کو بھی ترسنے لگے ہیں۔ اگر یہ سب قید ہے اور قید سے بھی بدتر تو پھر تو ساری شہری آبادی کو جنگلوں کی طرف دھکیل دیا جائے کہ وہ آزاد فضاؤں اور جنگلوں میں آزاد ہو کر گھومتی پھرے۔ اور اگر یہ سب کچھ قید و حبس نہیں

تو عورتوں کو اپنی اختیار و رغبت اور فطرت کی بنا پر گھروں میں رہنا بھی قید نہیں۔

پھر عورتوں کی خرابیٔ صحت کا رونا رویا جاتا ہے۔ حالانکہ ہمارے ملک میں خرابیٔ صحت کی شرح میں اضافہ کے اسباب وہی ہیں جو صرف عورتوں کے نہیں مردوں، بڑوں بوڑھوں اور بچوں سب کو اپنی لپیٹ میں لے چکے ہیں — ضروریاتِ زندگی سے اکثریت استحصالی ہتھکنڈوں کی وجہ سے محروم رہتی ہے۔ کوئی غذا خالص نہیں ملتی۔ نہ سر چھپانے کے لئے موزوں مکان، نہ سرد و گرم سے بچنے کے لئے مناسب لباس۔ پانی اور ہوا تک جب خالص میسر نہ ہو سکے تو صحت کی شرح کیسے بہتر ہو سکتی ہے۔ چاہیئے یہ کہ حفظانِ صحت کے اصل اسباب تلاش کئے جائیں، اور لوٹ کھسوٹ سے اس کاروبار میں کمی کی جائے جس کی وجہ سے عوام مصائب اور فاقہ کشی کی دلدل میں پھنستے جا رہے ہیں۔ طبی سہولتوں بالخصوص عورتوں کے علاج معالجہ کیطرف توجہ کی جائے۔ اگر عورتوں کا گھروں میں بیٹھنا بربادیٔ صحت کا ذریعہ ہے۔ تو آئیے ان مخلوط اور بے حیا اور بے حجاب ملکوں کا حال بھی دیکھتے چلیں جہاں عورت اتنی آزاد ہے کہ ہفتوں اسے گھر کی دہلیز دیکھنا نصیب نہیں ہوتی۔ وہاں جب عورت باہر قدم رکھتی ہے تو ہزاروں پریشانیوں اور خطرات سے جسمانی اور نفسیاتی بیماریوں اور الجھنوں میں مبتلا ہو جاتی ہے۔ یورپ کے آئے دن کے ہزاروں نوع بنوع جنسی، اعصابی، نفسیاتی اور ذہنی و دماغی امراض اور اموات کی شرح میں اضافہ کی رپورٹیں پڑھیئے۔ تفریح گاہوں اور کلبوں کی زندگی نے یورپی اقوام کی صحت کو سرطان لگا دیا ہے۔ ایسے جنسی امراض کا دور دورہ ہے جس کا نام و نشان بھی اس سے پہلے نہ تھا۔ ہزاروں، لاکھوں عورتیں اسقاطِ حمل اور متعلقاتِ حمل کی بیماریوں میں مبتلا ہیں۔ فیکٹری اور دفتروں کی ملازمت نے اسکی صحت گرا دی ہے۔ وہ بچوں کی پرورش کے قابل نہیں رہی وہ والدین اور شوہر کی خدمت نہیں کر سکتی، اس پر ہسٹیریا کے دورے پڑتے ہیں، وہ ذہنی خلفشار میں مبتلا ہوتی جا رہی ہے۔

—— پھر عورت کا گھر سے یہ بے تحاشا خروج صرف اس کی صحت کی تباہی کا موجب نہیں بنتا۔ بلکہ پورے معاشرہ کے سقم اور بیماری کا ذریعہ بنتا جا رہا ہے۔ وہ جدھر سے گذرتی ہے بے شمار نگاہوں کا نشانہ بنتی ہے، ایک مرد راستہ میں چلتے ہوئے ایک سے ایک جاذبِ نظر چہرہ دیکھتا ہے۔ اسے دفتر میں کارخانوں میں بے حجابانہ اختلاط اور بات چیت کے مواقع ملتے ہیں، اور یہ نظر بازی اس کے اپنے گھریلو نظام کو ہلا دیتی ہے۔ ذہنی انتشار، فاسد خیالات کا ہیجان جنسی اور جذباتی تلاطم، محبت و عشق کی آفتیں۔ الغرض یہ سب کچھ اس کے ذہنی اختلال، قلبی پریشانی اور اعصاب کے کھچاؤ کا ذریعہ بن جاتا ہے۔ پھر دل کی بیماری جنسی اور اخلاقی بیماریں ضعفِ بصارت دماغی عدم توازن، بلڈ پریشر اور اعصابی امراض کی شرح کا کسی پردہ دار معاشرہ سے موازنہ کر کے خود فیصلہ کر لیجئے۔

پھر کہا جاتا ہے کہ عورت کو تعلیم کی ضرورت ہے۔ اور اقتصادی حالات پاکانہ تعلیم کے متحمل نہیں مگر دیکھنا یہ ہے

کہ وہ کونسی تعلیم تھی جسے عورت کیلئے بھی ضروری قرار دیا گیا تھا۔ عورت کے لئے اسلام کا تصورِ تعلیم قطعی وہ نہیں جو یورپ کی پیداوار ہے۔ وہ اس سے دفتر، کارخانہ اور فیکٹریوں کے فرائض نہیں وابستہ کرتا کہ اس کے لئے وہ عورت کو کلرک، انجینئر یا مزدور بنائے۔ اسلام کی تعلیم عورت کو ایک باسلیقہ وفاشعار، مہذب، اور باحیاء ذات بنانے کے لئے ہے۔ وہ اس تعلیم کو اہمیت دیتا ہے جو عورت کو خدا و رسول شوہر اور خاندان کے حقوق اولاد کے حسنِ تربیت سے باخبر کردے اور اسکی گود بچوں کی اوّلین تربیت گاہ ثابت ہوسکے۔ اس تعلیم کے لئے یہ ہرگز لازم نہیں کہ وہ مخلوط درسگاہوں اور بے حجابانہ ہاسٹلوں میں گوہرِ حیاء کی نیلامی کرتی پھرے۔

الغرض وہ تعلیم جو بے پردگی کا باعث ہو، شریعت اور اسلام اُس کا حکم نہیں دیتا۔ بے پردگی اگر اخلاق ومعاشرت، صحت جسمانی و روحانی اور حسنِ سیرت کیلئے تباہ کن ہے تو جس تعلیم کے ذریعہ بے پردگی پھیلے گی شریعت ہرگز اُس کی روادار نہ ہوگی، پھر تعلیمِ نسواں کی تاریخ دیکھئے، جب ظہورِ اسلام کے بعد حجاب اور عفت وعصمت کا دور دورہ ہوا اور عورت پردہ نشین ہوگئی تو اسلامی تاریخ میں تعلیم دین اور علوم وفنون سے آراستہ وہ خواتین نکلیں جن کے علوم سے، خانہ نشینی کے باوجود ایک دنیا مستفید ہوتی رہی۔ پس اگر مفاسد اور موجبات فحشاء کے بغیر شرعی حدود پردہ میں رہ کر مسلمان خواتین علم وفضل میں ایک نمونہ پیش کرسکتی ہیں۔ تو مغرب کے بے حیاء عہدِ جاہلیت میں جو عورتیں باہر نکل بھی آئیں تو اسلامی علوم وفنون اور تعلیم اخلاق وتربیت معاشرہ میں کوئی ایک نمونہ اس عہد جاہلیت نے پیش کیا علم حیاء سے حاصل ہوتا ہے۔ بے پردگی سے جب آنکھوں کا پانی اتر گیا تو علمِ حقیقی اور علمی ذہنیت بھی فنا ہوگئی، نئے دور کے علم نے مردوں کو کیا دیا سوائے چند انگریزی نظام کے پرزوں کے ہم اس تعلیمِ جدید کے لئے خواتین کی عظمت وحرمت بھی قربان کردیں۔

الغرض پردہ کا حکم نہ فرسودہ روایات (معاذ اللہ) میں سے ہے نہ کسی رسم ورواج کی پیداوار، اسلام عصمت وعفت کا محافظ ہے۔ وہ فحشاء اور منکرات کا ہرگز روادار نہیں جہاں بھی فحشاء اور فواحش کے احتمالات زیادہ ہوں گے۔ پردہ کے احکام میں اتنی ہی شدت پیدا ہوگی۔ اور جہاں فحشاء کا احتمال نہ ہوگا عصمت وعفت کے پہرے سخت ہوں گے۔ وہاں اس میں نرمی اور وسعت پیدا ہوگی پس جو لوگ مصلح اور ماڈرن ریفارمر بننے کے شوق میں اسلام کے ایک مضبوط نظام کو نشانہ بنانا چاہیں وہ ایسی "اصلاحات" کا انجام یورپی اقوام میں دیکھیں کہ وہ بے پردگی اور فحاشی کے ہاتھوں کس قعرِ مذلت میں پہنچ چکا ہے ——— پھر انہیں عالمِ اسلام کے اس قسم کے نام نہاد مصلحین سے سبق لینا چاہئے جنہوں نے ترکی وغیرہ میں تقلید یہود ونصاریٰ کی خاطر اسلام کے ایک مستحکم نظام کو متزلزل کرنا چاہا، اور ان کا یہ اقدام ایک طرف قوم کی معاشرتی، اخلاقی قدروں کی بربادی اور دوسری طرف "مصلحین" ابدی ذلت اور مسلمانوں کے قلوب کی نفرت وملامت کے مستحق بنے۔

حضرت مولانا محمد منظور نعمانی

قرب الٰہی کے دو راستے

اہلِ ایمان کے لئے تقرب الی اللہ اور دینی و روحانی ترقی کے دو طریقے اور دو راستے ہیں جو ہمیشہ سے کھلے ہوئے ہیں اور بندگانِ خدا ہر زمانہ میں کم و بیش ان ہی پر چل کر منزلِ مقصود تک پہنچتے رہے ہیں۔

ایک طریقہ تو یہ ہے کہ آدمی اپنی ہی اصلاح و ترقی اور اپنے ہی نفس کے تزکیہ و تحلیہ میں زیادہ سے زیادہ ساعی رہے۔ جس کی صورت یہ ہے کہ فرائض و واجبات کی ادائیگی اور معصیات و مکروہات سے اپنے نفس کی حفاظت کا بیش از بیش اہتمام کرتے ہوئے جس قدر بھی ممکن ہو نفلی عبادات و قربات روزہ و نماز اور ذکر و فکر وغیرہ میں زیادہ سے زیادہ مشغول رہے۔ بعض ائمہ محققین کی اصطلاح کے مطابق اس طریقہ کو "قرب بالنوافل" کہا جا سکتا ہے۔

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ فرائض و واجبات کی ادائیگی اور معصیات و مکروہات سے پرہیزگاری کا اہتمام کرتے ہوئے اور اوقات میں گنجائش کے مطابق نفلی عبادات و قربات اور ذکر و فکر میں بھی خاص اشتغال رکھتے ہوئے اپنا زیادہ وقت اخلاص نیت کے ساتھ (یعنی محض رضاء الٰہی اور اجر اخروی کو مطمح نظر بنا کر) دوسرے بندگانِ خدا کی اصلاح و ہدایت، تعلیم و تربیت اور تبلیغ و نصیحت جیسے کاموں میں اور اعلاء کلمۃ الحق و احیاء شریعت کی کوششوں میں صرف کیا جائے۔

اس طریقہ کو "قرب بالفرائض" سے تعبیر کیا جا سکتا ہے اور اگرچہ اسلام کے قرونِ اولیٰ میں سالکین راہ رضا اور طالبین قرب مولیٰ کے لئے یہی عام شاہراہ تھی۔ لیکن بعد کے زمانوں میں بعض خاص اسباب کی وجہ سے اس راہ پر چلنے والوں کی کثرت نہیں رہی بلکہ معاملہ معکوس ہو گیا۔ یعنی اہلِ سلوک کے مختلف حلقوں میں میں زیادہ تر پہلے ہی طریقہ کو اختیار کیا گیا۔ اور اس سے بھی بڑا اور افسوسناک ذہنی تغیر یہ ہوا کہ بہت سے خانقاہی دائروں میں سلوک الی اللہ اور تقرب خداوندی کو صرف اسی پہلے طریقہ (قرب بالنوافل) ہی میں منحصر بھی سمجھا جانے لگا۔ اور ان لوگوں کے خیال میں روحانی و دینی کمال صرف قرب بالنوافل ہی کا نام رہ گیا۔
مختلف زمانوں میں مصلحین و مجددین نے اس غلط خیالی کو محسوس کر کے اس کی اصلاح کی کوششیں

بھی کہیں لیکن پھر بھی بہت سے خاص و عام حلقوں میں یہ غلط فہمی اب تک چلی آرہی ہے[1] جس کا افسوسناک اور نہایت مضرت رساں نتیجہ یہ ہے کہ امت کی عمومی تعلیم و تربیت، اصلاح و دعوت اور اقامت دین و احیاء شریعت کا وہ اہم بنیادی کام جو دینی نظام کے لئے گویا ریڑھ کی ہڈی ہے اور دین کی سرسبزی و شادابی جس پر موقوف ہے اور بلاشبہ جس کا اجر اور درجہ بھی اللہ کے نزدیک صرف نفلی عبادات و قربات اور ذکر و فکر میں مشغول رہنے سے بہت زیادہ ہے۔ آج ان عام و خاص حلقوں میں وہ ایک عمومی قسم کا اور معمولی درجہ کا کام سمجھا جاتا ہے اور دینی و روحانی ترقی کے طالب اور قرب خداوندی کے جویا اپنے اس سفر میں اور اس مقصد کے لئے اس راہ سے چلنے اور اپنے اوقات اور اپنی ہمتوں کو اس رخ پر لگانے کا ارادہ بھی نہیں کرتے جس کی وجہ سے یہ میدان اصحاب ہمت و عزیمت سے خالی اور بے بازار سرد پڑا ہوا ہے حالاں کہ "شہسواروں" کی تگ و تاز کے لئے اصل جولانگاہ اور "شاہبازوں" کی پرواز کے لئے اصل فضا یہی تھی۔

یہ کیوں ہے؟ اور یہ عام و خاص حلقے اس غلط فہمی اور غلط عملی میں کیوں مبتلا ہوئے اور کیوں اب تک مبتلا ہیں؟ اگرچہ یہ سوال اور اس کا جواب آج کے ہمارے موضوع سے خارج ہے تاہم اصل مدعا ہی کو سمجھانے کی خاطر اس بارہ میں اتنا عرض کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ جہاں تک عوام الناس کی غلط فہمی کا تعلق ہے سو اس کی بڑی وجہ تو یہ ہے کہ پہلے طریقہ (قرب بالنوافل) میں چونکہ سالک عوام کی دنیا سے الگ تھلگ رہ کر ہمہ تن عبادت اور ذکر و فکر میں مشغول رہتا ہے اور مشاغل دنیوی میں پھنسے ہوئے عوام اس طرز زندگی کو بے حد مشکل اور انتہائی درجہ کا غیر معمولی کام سمجھتے ہیں۔ اور اس طرح کی مشکل اور غیر معمولی باتوں ہی سے متاثر ہونا اور ان کی خاص اہمیت و وقعت سمجھنا چونکہ عام انسانوں کا مزاج ہے اس لئے یہ بے چارے اسی طریق کو قرب الٰہی اور خدارسی کا خاص الخاص راستہ سمجھتے ہیں۔ علاوہ ازیں اس طریق پر چلنے والوں سے خوارق و کشوف وغیرہ کا ظہور بھی نسبتاً زیادہ ہوتا ہے۔ اس لئے بھی خیال عام اسی طریق کو خدارسی کا خاص راستہ اور اسی طرز زندگی کو سب سے بڑا دینی و روحانی کمال سمجھتا ہے۔

رہے اس خیال کے خواص، یعنی خود اہل سلوک کے وہ حلقے جو اس غلطی میں مبتلا ہیں اور سلوک الی اللہ کو اسی طریق میں منحصر سمجھتے ہیں۔ سو اس کی بہت سی وجوہ ہیں، جن میں سے ایک عمومی اور اس جگہ قابل ذکر وجہ

---

[1] گذشتہ صدیوں میں امام ربانی حضرت مجدد الف ثانیؒ نے اور ان کے بعد ان ہی کے نقش قدم پر چلتے ہوئے امیرالمومنین سید احمد شہیدؒ اور ان کے خاص رفقاء نے اس غلطی کی اصلاح کی طرف خاص اور مستقل توجہ فرمائی جیسا کہ "مکتوبات امام ربانی" اور "صراط مستقیم" کے مطالعہ سے ظاہر ہے۔

یہ بھی ہے کہ اس طریق (قرب بالنوافل) میں یکسوئی کے ساتھ کثرت ذکر و فکر سے سالک کے باطن میں ایک گونہ لطافت و نورانیت اور ملاءِ اعلیٰ سے ایک طرح کی خاص مناسبت و موانست پیدا ہو جانے کی وجہ سے وہ اپنے اندر کچھ آثار و انوار محسوس کرنے لگتا ہے اور بسا اوقات خاص "احوال و کیفیات" اور "مشاہدات و تجلیات" کا دروازہ اس پر کھل جاتا ہے۔ اور دوسرے طریقہ (قرب بالفرائض) میں چونکہ عوام کے ساتھ بھی اختلاط رہتا ہے اور احوال و کیفیات کا ورود اس میں اس طرح سے عموماً نہیں ہوتا۔ یا بہت کم ہوتا ہے بہرحال پہلے ہی طریقہ کے ساتھ بہت سے اہلِ سلوک کی خصوصی دلچسپی کی ایک خاص وجہ یہ بھی ہے۔

حالاں کہ یہ "احوال و کیفیات" اور "مشاہدات و تجلیات" اس فن کے اکابر و ائمہ کے نزدیک کوئی خاص مقصدی اہمیت نہیں رکھتے بلکہ ان کا درجہ صرف یہ ہے کہ ان کے ذریعہ مبتدیانِ راہ سلوک کی ہمت افزائی کی جاتی ہے تاکہ شوق و طلب برابر ترقی پذیر رہے اور سعی و جہد کا قدم آگے بڑھتا رہے۔

حضرت مجدد الف ثانیؒ اپنے مشہور خلیفہ ملا یار محمد بدخشی کو ایک مکتوب میں انہی "مشاہدات و تجلیات" کے متعلق لکھتے ہیں۔

شیخ اجل امام ربانی حضرت خواجہ یوسف ہمدانی فرمودہ اند۔ تلک خیالات تربی بہا اطفال الطریقۃ (مکتوب ۲۱۰ ج ۱)	شیخ اجل امام ربانی حضرت خواجہ یوسف ہمدانی نے فرمایا ہے کہ یہ خیالی چیزیں ہوتی ہیں جن کے ذریعہ مکتبِ طریقت کے بچوں کی تربیت کی جاتی ہے۔

اور ایک دوسرے مکتوب میں جو ملا حاجی محمد لاہوری کے نام ہے ارقام فرماتے ہیں:-

احوال و مواجید و علوم و معارف کہ صوفیہ را در اثنائے راہ دست میدہند نہ از مقاصد اند بل او ہام و خیالات تربی بہا اطفال الطریقۃ[1] (مکتوب ۳۶)	جو احوال و مواجید اور علوم و معارف صوفیہ پر اثناءِ سلوک میں وارد ہوتے ہیں وہ مقاصد میں سے نہیں ہیں بلکہ یہ اوہام و خیالات کے قبیل کی چیزیں ہیں جن کے ذریعہ مکتبِ طریقت کے بچوں کو تربیت دی جاتی ہے

[1] حضرت مجددؒ کی ان عبارات کا مطلب یہ نہ سمجھ لیا جائے کہ یہ "احوال و کیفیات" اور "مشاہدات و تجلیات" شیطانی قسم کے وساوس و اوہام ہیں بلکہ واقعہ یہ ہے (جیسا کہ خود حضرت مجددؒ نے اسی مکتوب میں آگے چل کر وضاحت فرمائی ہے) کہ یہ بھی ایک درجہ میں انعامات الٰہیہ ہیں اور سالک کو ان سے بہت کچھ فائدہ بھی ہوتا ہے بشرطیکہ ان سے ہمت افزائی ہی کا کام لیا جائے۔ اور سالک انہی کو مقصود و منتہا سمجھ کر ان میں پھنس کر نہ رہ جائے۔

بہرحال یہ انوار و تجلیات اور یہ احوال و کیفیات جن کا ورود "قرب بالنوافل" کے راستہ سے چلنے والے بہت سے سالکوں پہ ہوتا ہے۔ اگرچہ وسیلۂ تربیت اور ذریعۂ ترقی ہونے کی حیثیت سے قابلِ شکر انعامات الٰہیہ ہیں، تاہم نہ یہ خود مقصود و مطلوب ہیں اور نہ ایسی دولت ہیں جس کے لئے "قرب بالفرائض" کا راستہ چھوڑ کر "قرب بالنوافل" ہی کا طریقہ اختیار کیا جائے۔

حضرت امام ربانیؒ ایک مکتوب میں خاص اپنے متعلق ارقام فرماتے ہیں۔

این فقیر از نقد وقت خود می نویسد کہ مدتہا	یہ فقیر خود اپنی حالت لکھتا ہے کہ مدتوں علوم
از علوم و معارف و از احوال و مقامات	و معارف اور احوال و مقامات ابر نیساں
در رنگ ابر نیساں ریختند و کارے کہ باید	کی طرح برسے اور اُن کا جو نتیجہ نکلنا چاہئے
کرد بعنایت اللہ سبحانہ کردند۔ والحال	تھا اللہ تعالیٰ کی عنایت سے وہ پورا ہوا
آرزوئے نماندہ است الا آں کہ احیائے	اور اب اس کے سوا کوئی ارمان اور آرزو
سنت از سنن مصطفویہ علیٰ صاحبہا الصلوات	نہیں رہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
والتسلیمات نمودہ آید و احوال و مواجید	کی سنتوں میں سے کسی سنت کا احیاء کیا جائے
ارباب ذوق را مسلم باشد۔	اور اس کو رواج دیا جائے اور احوال و مواجید
مکتوب ۳۷ جلد ۱	ارباب ذوق کو مبارک ہوں۔

قرب بالفرائض کی ترجیح و فضیلت کے وجوہ

"قرب بالفرائض" کے طریقہ اور اس سلسلہ کے مشاغل (مثلاً خدا فراموش انسانوں میں تبلیغ و دعوت، جاہلوں ناواقفوں کی تعلیم و تربیت اور اقامت دین و احیاء شریعت کے لئے جد و جہد وغیرہ) کو "قرب بالنوافل" کے طریقہ کے مقابلہ میں ترجیح و فضیلت کی یہ وجہ تو بالکل ظاہر ہے کہ یہ انبیاء علیہم السلام کے خاص مشاغل و وظائف ہیں۔ اور وہ حضرات انبیاء (علیہم الصلوٰۃ والسلام) خاص انہی کاموں کے لئے مبعوث ہوتے ہیں۔ پس اپنی قوتوں اور اپنی ہمتوں کو انہی کے طریقے پہ اخلاص و احتساب کے ساتھ ان کاموں میں لگانا، اور اسی جد و جہد کو اپنا خاص وظیفۂ حیات بنا لینا ان مقدس و برگزیدہ ہستیوں کی خاص نیابت بلکہ ایک طرح سے ان کی رفاقت اور ان کے مقصد، اُن کی فکر اور ان کے درد میں شرکت ہے اور ایک غیر نبی کے لئے اس سے بڑی کوئی سعادت نہیں ہو سکتی۔

علاوہ ازیں اس طریقہ کا فیض متعدی ہے کہ اس راہ کا چلنے والا اپنی اصلاح و تکمیل کے ساتھ ساتھ اور بسا اوقات اس سے بڑھ کر ہزاروں بندگان خدا کی اصلاح و ہدایت کا بھی ذریعہ بنتا ہے اور اس واسطے صحیح حدیث

من دل علی خیر فلہ مثل اجر — جو شخص کسی آدمی کو کسی نیکی کی طرف راہ نمائی

فاعلہ (مسلم) کرے تو اس شخص کو اس نیکی کے کرنے والے ہی کی برابر الگ ثواب ملے گا۔

کے مطابق سینکڑوں ہزاروں انسانوں کے بے حساب و بے شمار اعمال خیر کے بھی اجر کا مستحق ہوتا ہے۔
نیز یہاں یہ بھی نکتہ خاص طور سے ملحوظ رکھنے کے قابل ہے کہ "قرب بالنوافل" کے طریق میں زیادہ سے زیادہ محنت و مجاہدہ کرنے والے اپنے گنے چنے فرائض کے علاوہ صرف اپنی نفلی عبادات و قربات ہی کا سرمایہ جمع کر سکتے ہیں۔ لیکن "قرب بالفرائض" کی راہ پر چلنے والے چونکہ سینکڑوں انسانوں کو ان کے بنیادی فرائض کی تبلیغ و تلقین کرتے اور تعلیم دیتے ہیں اس لئے ان کے حساب میں اپنے ذاتی فرائض و نوافل کے علاوہ ان سینکڑوں آدمیوں کے فرائض (اور نوافل) کا بھی اجر لکھا جاتا ہے۔ اور یہ معلوم و مسلم حقیقت ہے کہ فرائض کا اجر نوافل سے بدرجہا زیادہ ہے اور نفس ایمان و اسلام کا درجہ تو یقیناً فرائض و نوافل سب سے زیادہ ہے۔ پس اللہ کا جو بندہ "قرب بالفرائض" کی راہ اختیار کرکے خدا و رسول سے بیگانہ اور حقیقت ایمان و اسلام سے ناآشنا قسم کے جاہلوں اور غافلوں کی تبلیغ کرکے اور ان کو تعلیم و تربیت دے کے دین سے آشنا کرتا ہے۔ اس میں کیا شبہ ہے کہ اس کے نامۂ اعمال میں ان لوگوں کے نفس ایمان و اسلام کا اجر بھی لکھا جاتا ہے۔ بے شک اللہ کے سوا کوئی نہیں۔ جو اس اجر بے حساب کا حساب بھی لگا سکے۔

نیز "قرب بالنوافل" کے طریق میں صرف اپنی زندگی تک ترقی کا سلسلہ جاری رہتا ہے، جہاں موت نے روح کو جسم سے الگ کیا اور سلسلۂ عمل ختم ہوا۔ ترقی بھی ختم ہو جاتی ہے۔ مگر "قرب بالفرائض" کی راہ میں جب تک اس کے دینی و علمی فیض کا سلسلہ جاری رہے (خواہ وہ واسطہ در واسطہ کی شکل میں قیامت تک ہی جاری رہے) برابر اعمال نامہ میں اندراج ہوتا رہتا ہے۔ اور اس کی وجہ سے درجات میں بھی ترقی ہوتی رہتی ہے جیسا کہ احادیث صحیحہ میں اس کی تصریح وارد ہوئی ہے۔

اور قطع نظر ان تفصیلات سے، سب سے اہم بات وہی ہے جو پہلے عرض کی گئی ہے۔ کہ "قرب بالفرائض" کا یہ راستہ انبیاء علیہم السلام اور ان کے خواص اصحاب و حواریین کا راستہ ہے۔ اور اس کے مشاغل (تعلیم و تعلم دعوت و تبلیغ، اصلاح و ارشاد، اور اقامت دین و احیاء شریعت کی کوشش وغیرہ) ان حضرات کے خاص مشاغل ہیں۔ پس اس طریق کو اختیار کرنے والے اور ان کاموں کو سنبھالنے والے بلاشبہ تمام حضرات انبیاء علیہم السلام کے اور خصوصاً حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے دینی خلفاء ہیں۔ اگرچہ سیاسی نظام اور سیاسی طاقت والی خلافت ظاہرہ ان کے پاس نہیں ہے۔ لیکن اصل امانت نبوی کی حفاظت اور تبلیغ و دعوت اور ماننے والوں کی تعلیم و تربیت اور اصلاح و ارشاد کا کام بھی بلاشبہ ایک طرح کی خلافت نبوت ہی ہے۔ بلکہ یہ کہا جائے تو

بے جا نہ ہوگا کہ مقصدی اہمیت اس کو زیادہ حاصل ہے۔ اور بر وجہ احسن اور وسیع پیمانہ پر انہی مقاصد کی تکمیل کے لئے "خلافت ظاہرہ" مقصود ہوتی ہے۔

نیز یہ بھی حقیقت ہے کہ یہی غیر سیاسی خلافت (حضرت شاہ ولی اللہ کی اصطلاح کے مطابق خلافت باطنہ) اگر ایک مرکز اور نظام کے ساتھ ہو تو "خلافت ظاہرہ" تک بھی پہنچا دیتی ہے۔ "استخلاف فی الارض" اور "تمکین دینی" کا انعام الٰہی فرائض اور انہی خدمات کی انجام دہی پر مرتب ہوتا ہے۔ یہی اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے اور یہی اس کی سنت ازلیہ ہے بلکہ یہ دعویٰ بھی کیا جا سکتا ہے کہ "خلافت نبوت" کے قیام کا صحیح راستہ صرف یہی ہے اور اس طریقہ اور اس ترتیب کو چھوڑ کر دوسرے طریقوں پر جد وجہد کرنے سے اگر چہ "اپنی حکومت" قائم کی جا سکتی ہے لیکن خلافت نبوت قائم نہیں ہو سکتی۔ والتفصیل لا یسعہ المقام

خیر یہ تو ایک جملہ معترضہ تھا ورنہ عرض کرنا یہی تھا کہ "قرب بالفرائض" کی شان بہت اعلیٰ وارفع ہے اور اس کے مشاغل، تبلیغ و دعوت، تعلیم و تربیت، اصلاح وارشاد اور اقامت دین و احیاء شریعت کے لئے جد وجہد وغیرہ کا درجہ اور اجر نفلی عبادات و قربات اور ذکر و فکر ہی میں مشغول و منہمک رہنے سے یقیناً بہت زیادہ ہے بخصوصاً اس دور میں تو اس طریقہ اور ان مشاغل کی اہمیت اس لئے اور بھی زیادہ ہو گئی ہے کہ یہ زمانہ ہی عوامی تحریکات اور عمومی و جمہوری دعوتوں کا ہے۔ اور مختلف مادی اور لادینی تحریکیں بے حد تیزی کے ساتھ بڑھتی ہوئی عوام کو اپنی طرف جذب کرتی جا رہی ہیں۔ ایسے وقت میں بھی اگر دین کی دعوت، دینی تعلیم و تربیت اور اصلاح وارشاد کی جد وجہد وسیع پیمانے پر اور عوامی تحریک کے رنگ میں نہیں کی گئی اور اللہ کے وفادار اور اس کی رضا کے طلب گار بندے خدمتِ دین کے اس عمومی میدان میں نہ اترے تو دین کی امانت کا بس اللہ ہی حافظ ہے۔

امام ابو اسحٰق اسفرائینی کا پرجوش اور ولولہ انگیز پیغام رہ رہ کر یاد آتا ہے۔ ان کے زمانے میں جب عام مسلمانوں کا دین و ایمان بعض خاص گمراہانہ فتنوں کی وجہ سے خطرہ میں پڑ گیا تو آپ اپنے عہد کے بعض ان اکابر و مشائخ کے پاس پہنچے جو دنیا و مافیہا سے یکسو ہو کر پہاڑوں کے غاروں میں عبادت و مجاہدہ میں معروف تھے اور کہا (اللہ اکبر کیسے درد سے کہا)۔

اکلۃ الحشیش انتم ھٰھنا و امۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم فی الفتن۔	جنگل کی سوکھی گھاس پر گذارہ کرنے والو تم یہاں ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت گمراہیوں میں مبتلا ہو رہی ہے

الغرض یہ کام یعنی مسلمانوں کے دین و ایمان کی حفاظت اور جاہلوں ناواقفوں کی دینی تعلیم و تربیت اور غافلوں، ناآشناؤں کو تبلیغ و دعوت کا کام اگرچہ ہر وقت اور ہر حال میں بہت بڑا اور بہت اہم کام ہے اور جیسا کہ تفصیل سے اوپر عرض کیا گیا۔ عند اللہ اس کا درجہ بہت اعلیٰ و ارفع ہے۔ اور امتیوں کے لئے اس سے بڑھ کر کوئی کمال اور ترقی کا کوئی مقام نہیں ہے۔ بقول حضرت مجددؒ

ہیچ کمالے برتبہ دعوت وتبلیغ نرسد فان احب عباد اللہ الی اللہ من حبّب اللہ الی عبادہ و حبّب عباد اللہ الی اللہ و ھو الداعی و المبلغ (مکتوبات امام ربانی مکتوب ۷۵ ج ۲)

کوئی کمال دعوت و تبلیغ کے مرتبہ کو نہیں پہنچتا۔ کیونکہ اللہ کو اپنے بندوں میں سب سے زیادہ محبوب وہ ہے جو اللہ کو اس کے بندوں کا محبوب بنا دے اور بندوں کو اللہ کا محبوب بنا دے۔ اور وہ داعی اور مبلغ ہوتا ہے۔

لیکن بالخصوص ایسے زمانے میں کہ چاروں طرف سے مادیت اور لادینیت کے بادل امنڈ رہے ہوں اور دین سے غفلت و جہالت اور خدا فراموشی کی گھٹائیں نہایت تیزی سے دنیا پر چھائے چلی جا رہی ہیں۔ سو ایسے وقت میں تو ان کاموں کی قدر و قیمت اللہ کے یہاں بے حساب بڑھ جاتی ہے۔ حضرت مجددؒ ہی نے کیسی اچھی تمثیل میں فرمایا ہے:۔

مثلاً سپاہیان در وقت غلبہ دشمناں و استیلاء مخالفاں اگر اندک تردد می کنند آں قدر نمایاں میشود و اعتبار مے گردد کہ در وقت امن اضعاف آں در خیز اعتبار نمی آید۔ (مکتوب ۴۴)

مثلاً جو سپاہی دشمن کے غلبہ اور مخالفین کے چڑھ آنے کے نازک وقت میں تھوڑی سی بھی وفادارانہ جد و جہد کرتے ہیں وہ ایسا اعتماد اور امتیاز حاصل کر لیتے ہیں کہ عام امن و سکون کے وقت کئی گنا جانفشانی بھی کریں تو وہ اعتماد و اعتبار پیدا نہیں ہوتا۔

الحاصل ہر زمانہ میں خاص کر ہمارے اس دور میں دینی و روحانی ترقی اور قرب الٰہی و رضا خداوندی کا سب سے بڑا ذریعہ اور شاہراہ "قرب بالفرائض" ہی کا طریقہ ہے اور اس کے مشاغل مثلاً دعوت و تبلیغ، اصلاح و تعلیم اور اقامت دین و احیاء شریعت کے لئے جد و جہد کا درجہ اور اجر یک سوئی کے ساتھ نفلی عبادات اور ذکر و مراقبہ ہی میں منہمک و مشغول رہنے سے بہت زیادہ ہے۔ لیکن "قرب بالفرائض" کی ان مشاغل کی یہ امتیازی حیثیت اور "قرب بالنوافل" کے مقابلہ میں ان کی یہ عظمت اور فوقیت اس شرط کے ساتھ مشروط ہے

کہ ان کاموں میں اشتغال اخلاص و احتساب اور خشیت و انابت کی صفت کے ساتھ ہو اگر یہ نہیں ہے تو پھر ساری دوڑ دھوپ اور جد وجہد ایک بے روح عامیانہ تحریک یا ایک پیشہ اور حرفہ کے سوا کچھ نہیں ہے (اعاذنا اللہ من ذالک) اور ان اوصاف (اخلاص واحتساب) کے حاصل ہونے کا عام آزمودہ اور عادتی ذریعہ ان اوصاف والوں کی صحبت و رفاقت اور تنہائیوں کے اوقات میں ذکر و فکر کی کثرت ہے۔ ان دونوں چیزوں کے اہتمام کے بغیر اخلاص و احسان جیسی کیفیات کا پیدا ہونا اگرچہ عقلاً ناممکن نہیں لیکن عادتاً دشوار اور اہل تجربہ کی شہادت کے مطابق شاذ ضرور ہے۔

ضروری استدراک | اوپر کی سطروں سے کسی کو یہ غلط فہمی نہ ہو کہ "قرب بالنوافل" کے طریقہ کو ہم غلط یا غیر شرعی یا غیر فرضی سمجھتے ہیں، ہرگز نہیں! حاشا، ہزار بار حاشا۔ ہماری گذارش کا مدعا تو صرف یہ ہے کہ "قرب بالفرائض" کا راستہ قابل ترجیح اور افضل ہے اور خصوصاً ہمارے اس زمانہ کے حالات اور دینی ضروریات کا تقاضا یہ ہے کہ اللہ کے بندے اس طریق کو اختیار کریں اور اپنی ہمتوں کو اسی رخ پر لگائیں۔

نیز ہمیں اس سے بھی انکار نہیں کہ فی زماننا ماحول کے عمومی فساد کی وجہ سے اکثر طبیعتوں کی حالت ایسی ہوگئی ہے کہ کچھ مدت یکسوئی کے ساتھ ذکر و فکر کے بغیر ان پر اخلاص و احسان کا رنگ بھی نہیں چڑھتا سو ایسے حضرات کے لئے کوئی مضائقہ نہیں ہے کہ وہ تیاری کے طور پر کچھ دنوں اسی طریق پر چلیں لیکن مطمح نظر دین کی خدمت و نصرت ہی کے مشاغل کو بنائیں۔ اللہ کی بخشی ہوئی قوتوں اور صلاحیتوں کا اس سے بہتر مصرف اور کوئی نہیں۔

آخر میں یہ عرض کر دینا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ عوامی دعوت و تبلیغ اور عوامی تعلیم و تربیت کا یہ کام جس کی طرف اس مضمون میں نے خصوصیت کے ساتھ دعوت دی ہے۔ اس سے ہماری مراد خاص متعارف وعظ گوئی نہیں ہے جس کے لئے علم دین کی ایک خاص مقدار ضروری ہے۔ بلکہ حقیقت دین سے ناآشنا طبقوں میں دین کا صحیح شعور پیدا کرنا اور کم از کم دین کی بنیادی باتوں کی ان کو تعلیم و تلقین کرنا اور اس درجہ کی عملی اصلاح کی کوشش کرنا اس سلسلہ کا ابتدائی کام ہے۔ جس میں ہر مسلمان اپنی صلاحیت کے مطابق کچھ نہ کچھ حصہ لے سکتا ہے۔ اور اسی کے ساتھ خود بھی تعلیم و تربیت حاصل کر سکتا ہے۔

اب ہم اس مضمون کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث پر ختم کرتے ہیں۔

عن الحسن مرسلا۔ سئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن رجلین کانا فی بنی اسرائیل احدھما	حضرت حسن بصریؒ سے مرسلاً مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے بنی اسرائیل کے دو شخصوں کی بابت سوال

(باقی ص ۵۸ پر)
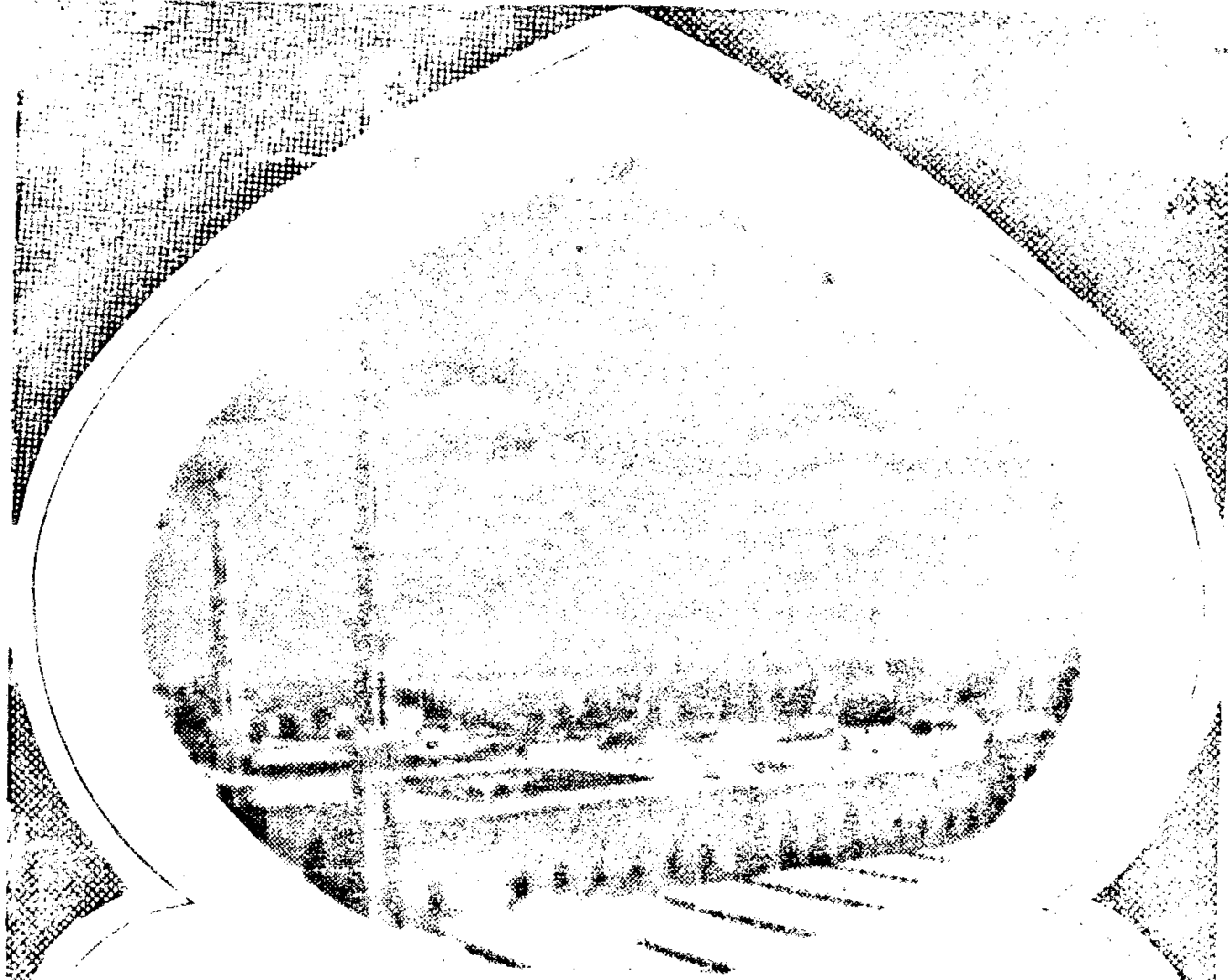
اس کے ماتھے کا پسینہ خشک ہونے بھی نہ پائے
آپ محنت کا صلہ دے دیجئے مزدور کو
کاش ہر آجر کے ہو پیشِ نظر قولِ رسولؐ
حرفِ آخر مان لے دنیا اسی دستور کو
ہو رسولؐ اللہ کا کردار اگر خضرِ حیات
خود ہی آدابِ حیات آجائیں گے جمہور کو
PAKISTAN TOBACCO
PTC
COMPANY LIMITED

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ
حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ
اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝ وَاعْتَصِمُوْا
بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا ۔

O ye who believe! Fear God as He should be feared, and die not except in a state of Islam. And hold fast, all together, by the Rope which God stretches out for you, and be not divided among yourselves.

مولانا عبدالقیوم حقانی
فاضل و مدرس دارالعلوم حقانیہ

جہادِ افغانستان کے نو سال

معرکہ حق و باطل کا آخری اور نازک ترین مرحلہ

مجاہدین کیلئے امید سحر کے آثار اور روسی بربریت کا نوشتۂ دیوار

۲۷ دسمبر ۸۸ء کو غیرت و حمیت کی سرزمین افغانستان پر روس کی ناکام توسیع پسندانہ جارحیت کے نو سال مکمل ہوگئے۔ صورت حال یہ ہے کہ افغان مجاہدین صبر و استقامت اور جرأت و شجاعت اور اس عزم کے ساتھ روسی نجیب دشمن کے مقابلہ میں محاذ پر ڈٹے ہوئے ہیں۔ کہ انہیں اگر مستقبل میں صدیوں تک بھی لڑنا ہوگا تب بھی وہ پیچھے نہیں ہٹیں گے۔ ادھر روس اپنے تاریخی فتوحات، اپنے ماضی کے عظمتوں اور زبردست طاقت اور بے پناہ لشکر و سپاہ کے باوجود افغان مجاہدین کے یہ ناقابلِ شکست عزائم اور عزیمت و ہمت کے تیور دیکھ کر اب اس فیصلے کے مرحلے میں ہے کہ اسے اس بے نتیجہ جنگ سے کسی طرح گلو خلاصی پانی چاہیے۔ چنانچہ روسیوں نے افغانستان میں اپنی جارحیت کے نو سال بعد اس تند اور تلخ حقیقت کا اعتراف کر ہی لیا ہے جس سے نگاہیں چرانا ان کی نظریاتی اساس بلکہ سیاسی اور عسکری پالیسی کی اساس بن چکا تھا یہ تلخ حقیقت افغان مجاہدین کو سرگرم فریق تسلیم کرنا اور ان سے براہِ راست بات چیت کے ذریعے مسئلے کا حل تلاش کرنا تھا جب کہ اس سے قبل روسی دانشور، پاکستان اور افغانستان کے خلاف زہر اگلنے والے سیاستدان اپنے بلند بانگ دعووں اور دلائل سے اسے ایک ناقابل یقین واقعہ کے طور پر باور کراتے تھے۔ وہ مجاہدین کو براہِ راست فریق تسلیم کرنے ہی سے انکاری تھے بجایہ کہ ان سے گفتگو کے ذریعے انہیں مستقبل کا افغانستان سونپنے پر آمادہ ہوتے۔ اور اب اس حقیقت کے اعتراف سے کسے بھی انکار نہیں کہ روسیوں کی غلطیوں، غلط پالیسیوں اور نادانیوں کے سبب افغانستان تباہ و برباد ہوا۔ روس منظم افواج، جدید ہتھیار اور لامحدود وسائل کے باوجود افغان عوام کے جذبۂ آزادی کو کچلنے اور ان پر قابو پانے میں ناکام رہا اور اس ناکامی نے اسے مذاکرات کی میز تک آنے پر مجبور کر دیا ہے جس کے تاہنوز باضابطہ کئی اجلاس منعقد ہو چکے ہیں۔

بظاہر ایسا لگتا ہے کہ ۱۹۸۹ء فیصلے کا سال ہوگا جب بھی یہ جنگ ختم ہوگی تو لاکھوں افغانوں کی شہادت، ہزاروں کی تباہی و ہلاکت، معذوری و مہاجرت کے نتیجے میں انہیں اپنی آزادی اور اپنا وطن واپس مل چکا ہوگا

مگر روس جب افغانستان سے فوجی انخلاء کی صورت میں واپس لوٹ رہا ہے اور جب اس کی یہ واپسی مکمل ہو گی تو اس کے پاس اس سوال کا جواب نہیں ہوگا کہ کم و بیش ایک عشرے پر پھیلی ہوئی اس جنگ میں روس کو اپنے ہزاروں فوجیوں کی لاشوں کے عوض کیا ملا؟ افغانستان میں ہوس ملک گیری کی بنیاد پر لڑی جانے والی جنگ کا ایندھن بنا دیئے جانے والے ہزاروں روسیوں کے خون رائیگاں کی حساب دہی روس کے لئے بڑی مشکل ہوگی۔

حساب دہی کی اس گھڑی کے خوف ہی نے روسی قیادت کے ذہنوں اور ارادوں میں تبدیلی کے آثار پیدا کر دیئے جنیوا معاہدہ نامکمل اور ناقص سہی تاہم افغان مجاہدین کی اہمیت اور روسیوں کی ذلیل ترین شکست کا تصور ابھارتا ہے اور اب براہ راست افغان مجاہدین سے گفتگو نے اس حقیقت کو ببانگ دہل منوا لیا ہے کہ اخلاص و محبت اور اسلام کے تصور جہاد کو دنیا کی کوئی طاقت شکست نہیں دے سکتی۔ ۹ برسوں میں افغانستان میں ہونے والی جنگ میں لاکھوں روسی فوجی معذور ہو کر اب انخلائی عمل کے نتیجے میں اپنے وطن واپس لوٹ رہے ہیں ان اپاہجوں کی روسی معاشرہ میں موجودگی اور ان کی مستقل معذوری رائے عامہ کی سطح پر شدت سے یہ سوال اٹھا رہی ہے کہ یہ بے مقصد جنگ آخر کیوں جاری ہے؟ یہ بند کیوں نہیں کی جاتی۔ روسی جوانوں کے لئے موت و معذوری کی خریداری کا یہ سلسلہ کب تک جاری رہے گا؟ روسی قیادت نے جو بالآخر مذاکرات کی میز پر افغان مجاہدین کے ساتھ بیٹھنے کی حامی بھر لی۔ طائف اور اسلام آباد میں اس سلسلہ میں کچھ پیش رفت جو ہوئی ہے اس کے پس منظر میں روس میں رائے عامہ کی سطح پر اسی حساب طلبی کا وہ خوف ہے جو روسی قیادت پر مسلط ہو گیا ہے۔ جو طائف اور اسلام آباد کے مذاکرات کی صورت میں روسی قیادت کے عمل اور ارادے میں تبدیلی کا محرک بنا ہے۔ ماسکو میں افغانستان کی بے مقصد جنگ ختم کرنے کے مطالبے پر اصرار کے لئے مظاہروں کی نوبت آ جانا روسی قیادت کے لئے نوشتۂ دیوار ہے۔

اب جب کہ فروری میں جنیوا معاہدہ کی رو سے افغانستان سے روسی فوجوں کی واپسی کا عمل مکمل ہونا ہے تو روس واپسی کے اس مرحلے میں اپنے شہریوں کے لئے حساب دہی کے مرحلے کی شدت کو کم کرنے کی کوئی ایسی صورت چاہ رہا ہے کہ اسے کم از کم اپنے دفاع کے لئے کسی طرح کی کامیابی کا کوئی حوالہ مل جائے۔ چنانچہ اسی مقصد کے حصول کے پیش نظر گذشتہ دنوں روس کے اعلیٰ سطح کے نمائندوں نے سابق فرماں روائے افغانستان ظاہر شاہ سے ملاقات کی اور اس سلسلہ میں کوئی لائحہ عمل بھی طے کیا۔ جب کہ اس کے پس منظر میں روس یہ چاہتا ہے کہ افغانستان میں جو حکومت قائم کی جائے اس کے غالب اقتدار کے ساتھ افغان مجاہدین محض شرکت اقتدار پر رضامند ہو جائیں مقصد یہ ہے کہ روسی قیادت اپنے رائے عامہ کو یہ تاثر دلانے میں کامیاب ہو سکے کہ روس نے اپنی فوج کشی سے جو نظام اور جو حکومت افغانستان میں قائم کی تھی وہ بدستور موجود اور برقرار رہے اور غالب و مقتدر بھی، لہٰذا ایسی حکومت

کے وجود اور استحکام کے پیش نظر اس علاقے میں روسی مفادات بھی محفوظ ہیں۔
روسی قیادت کے اعلیٰ سطح کے وفد نے حال ہی میں بساط افغانستان کے ایک پٹے ہوئے مہرے سابق شاہ افغانستان ظاہر شاہ کو بساط پر دوبارہ لانے اور چلانے کے سلسلہ میں جو ملاقاتیں اور کوششیں شروع کر دی ہیں اور افغان مجاہدین کو مذاکرات کے ذریعہ اس پر آمادہ کرنے کی کوششیں بھی جاری ہیں۔ کہ وہ افغانستان میں ظاہر شاہ کی بحالی قبول کریں۔ اور اس میں افغان مجاہدین کی مدد کرنے والی بعض مغربی طاقتوں کی آشیر باد بھی شامل ہے مقصد یہ ہے کہ مستقبل کے اسلامی اور مستحکم افغانستان اور لاکھوں افغان مجاہدین کے لاشوں کے عوض ملنے والی افغان آزادی کو کسی ایسے کمزور آدمی کی تحویل میں دے دیا جائے جو مستقبل میں ان کا مرغ دست آموز بن کر رہ سکے یا جس سے اختیار آسانی سے چھینا جا سکے۔
اس موقعہ پر عامۃ المسلمین افغان مجاہدین اور خصوصاً افغان قائدین کی ذمہ داریاں پہلے سے دس گنا بڑھ گئی ہیں اور ہم یقین سے یہ کہہ سکتے ہیں کہ افغان مجاہدین تعلیمی سطح پر نیم خواندہ ؟ اور سیاسی سطح پر ہزار پسماندہ سہی مگر اپنی آزادی ملکی سالمیت اور قومی وحدت و حفاظت کے سلسلہ میں ویت نامیوں سے ہزار درجے بڑھ کر اور بہتر سیاسی شعور رکھتے ہیں۔ لاریب ویت نامیوں نے بڑی قربانیاں دیں۔ طویل اور مسلسل اور صبر آزما جنگ لڑی مگر سیاسی طور پر اپنے مستقبل کو محفوظ نہ رکھ سکے امریکیوں کو بھگا دیا اور روسیوں کو اپنے اوپر مسلط کر لیا اور عالمی برادری میں اب آزادی کے بعد بھی روسی "بے پالک" کے حیثیت سے ان کی شہرت ہے۔
مگر افغان مجاہدین کو فتح اور ثمرات کے حصول کے اس نازک ترین مرحلہ میں اس معاملے میں کہیں زیادہ چوکنا، ہوشیار اور بیدار رہنے کی ضرورت ہے۔ مجاہدین نے سپر پاور روس کے خلاف معرکے کی جنگ لڑی ہے اسے لوہے کے چنے چبوائے ہیں اور اس جنگ میں مجاہدین نے مغربی طاقتوں سے بھی مدد لی ہے۔ مگر اپنی سالمیت اپنی آزادی اور اپنی قومی وحدت اور جذبۂ جہاد و ایثار کو جس طرح روسیوں کے مقابلے میں نہیں ہارا اسی طرح اب کے خطرناک اور حساس مرحلے پر بھی انہیں مغربی طاقتوں کی طرف سے اپنی آزادی و خودمختاری کو پہنچنے والی ممکنہ زک سے دفاع کے لئے پوری مستعدی، دانشمندی، عظیم سیاسی بصیرت اور دانشوری کا مظاہرہ کرنا ہوگا اور اب تک افغان قیادت کا موقف یہی ہے اور اسے وہ بار بار دہرا رہے ہیں کہ :۔

> "یہ ممکن نہیں کہ ملک ہمارا ہو اور فیصلہ امریکہ یا روس کریں مجاہدین افغانستان اور افغان عوام ہی کو اپنے مستقبل کے بارے میں فیصلہ کرنے کا حق ہے"

سچی بات یہ ہے کہ افغان مجاہدین نے مسلسل ۹ برس لمحہ بہ لمحہ عذاب جھیل کر نار جنگ اور خون ناحق کے چڑھے دریا پار کر کے افغانوں نے امید سحر کے یہ آثار پائے ہیں۔ ان نو برسوں میں افغان مجاہدین نے اپنے خون سے صرف اپنی

درخشاں تاریخ ہی نہیں لکھی بلکہ دنیا کے تمام جارحیت زدہ، مظلوم اور کمزور اقوامِ عالم کی تاریخ کو تنویرِ عزیمت و رجائیت سے اجالا ہے اور ان کا یہ تاریخی، المثال اور بے مثال جہاد مستقبل میں پورے عالمِ اسلام کی فکری اور سیاسی تاریخ پر اثر انداز ہو گا۔

جہادِ افغانستان سے جہاں اسلام کی زندگی، تجدید احیاء، ایثار و قربانی اور جہاد کی عظمتیں اجاگر ہوئی ہیں اتحادِ امت اور وحدتِ ملت کے لئے باب رقم ہوئے ہیں۔ اسلامی انقلاب کی راہ ہموار ہوئی ہے۔ وہاں روس کی تاریخ میں ایک بدترین سیاہ باب کا اضافہ بھی ہوا ہے۔ روسی زاروں اور انقلابی اشتراکیوں کی تاریخ میں مسلسل ملک گیری کے لئے فوج کشی دونوں کا شعار رہا ہے۔ روسی تاریخ عموماً توسیع پسندوں کی فتح و کامرانیوں کی تاریخ نظر آتی ہے اشتراکی انقلاب کی تاریخ میں روسی فوجیوں نے جس سمت بھی پیش قدمی کی ہے کامیابی کی منزل تک ان کی راہ کبھی مسدود نہیں ہوئی ان کے باسٹھ[۱۳] سال مسلسل فتح و کامرانیوں کے سال رہے ساٹھ برس سے زائد کا عرصہ ان کی توسیع پسندی، ان کے سرحدات کے پھیلاؤ اور ان کی عظمت و فتح کی تشہیر کا عمل جاری رہا ہے مگر نہتے افغانوں نے، بے یار و مددگار مجاہدین نے، علماء اور طلبہ نے اللہ کی ذات پر بھروسہ کر کے اپنے پرخلوص اور پرعزم اور مسلسل جہاد سے پچھلے نو سال سے روسی فوجوں کی وحشیانہ بربریت کے قدم روک دئے ہیں۔ اور اب دیکھنے والے دیکھ رہے ہیں چشمِ بصیرت جن کو نصیب ہوئی ہے ان کی یہی پیشین گوئی ہے کہ افغان مجاہدین کے ہاتھوں یہ روس کی پہلی شکست ہے جو ان کی آئندہ شکست اور مستقبل کی رسوائی و ہزیمت کا پہلا سنگِ میل نظر آتی ہے روس کی اگلی تاریخ پر مجاہدین کی ہیبت، عظمت، رعب و جلال اور صداقت و جہاد چھایا رہے گا۔ پچھلے نو سال افغانستان میں روس کی شکست اور بدترین ہزیمت کے سال ہیں اس تناسب سے گویا افغان مجاہدین کی شجاعت و حریت پسندی اور بے مثال قربانیوں اور عظیم جہاد نے، روسی درندگی، توسیع پسندی بہیمیت اور ظلم و تشدد کی کل ستر سالہ تاریخ کے تقریباً تیرہ فیصد حصے پر سیاہی پھیر دی ہے۔

۱۹۷۱ء میں روس بھارت کے گٹھ جوڑ سے ہم پاکستانیوں کو جس طرح بری شکست ہوئی اور ہم نے جس رسوائی سے مشرقی پاکستان گنوایا اور اب عورت کی سربراہی سے پورے عالم میں ہماری جو رسوائی اور ہزیمت اور قومی و ملی زندگی کو صدمہ پہنچا ہے اور اس نے جس طرح ہماری قومی نفسیات میں مایوسی، بے یقینی اور نامرادی کا زہر گھول دیا ہے۔ افغان مجاہدین کا جہاد و عزیمت اور اس کے حالیہ تازہ ترین نتائج و ثمرات اور روشن مستقبل ہمارے لئے بھی نسخۂ نشاۃ آفرین ثابت ہو سکتا ہے ؛

قارئین بنام مدیر

افکار و تاثرات

نظر آتے ہیں منزل کے اُجالے

مذہب اسلام سچا اور عالمگیر مذہب ہے۔ اس کے اصول و فروع عین فطرت کے مطابق ہیں ہر باہوش اور عقلمند کو نجات کی دعوت دیتا ہے اور کارِ خیر کی احسن طریقہ سے ترغیب دیتا ہے جس سے بہتر طریقہ عقلاً متصور نہیں۔ قوموں اور ملکوں پیشیوں اور حرفتوں کے اکتسابی طرق کو بالائے طاق رکھ کر ہر ایک کے لئے دین حق کے سمجھنے تعلق اللہ تعالیٰ سے جوڑنے اور تقویٰ کے دروازے وا رکھتا ہے کسی کے لئے اکتساب فیض کی پابندی نہیں لگاتا۔ اور ہندوؤں کے باطل نظریہ کی طرح یہ رکاوٹ پیدا نہیں کرتا کہ اگر شودر کے کان میں وید کا لفظ پڑ جائے تو قلعی سے ان کے کان بند کر دو۔ بلکہ جائز پیشہ اور حرفت اختیار کرنے والے ہر فرد و بشر کے لئے علم و تحقیق اور فضل و کمال کے ہمہ وقت دروازے کھلے رکھتا ہے۔ حضرت مفتی ہند مولانا محمد کفایت اللہ صاحب دہلویؒ اور حضرت مولانا مفتی محمد نعیم اللہ صاحب بانی جامعہ رشیدیہ کی قومیت سے کون عالم ناواقف ہے؟ کہ حجام قوم اور موچی قوم سے ہوئے وہ علم و کمال رب تعالیٰ نے انہیں عطا فرمایا کہ ہم نے اپنے بعض اکابر کو ان کے جوتے سیدھے کرتے دیکھا۔ آج اہل یورپ تہذیب و تمدن کے گیت گاتے ہوئے بھی سیاہ فام اور سفید فام کا غیر انسانی فرق کرتے اور اسے فخر کی چیز سمجھتے ہیں۔

حالاں کہ اسلام کا یہ سبق ہے وعن ابی سعیدؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان ربکم واحد وابا کم واحد فلا فضل لعربی علیٰ اعجمی ولا احمر علیٰ اسود الّا بالتقویٰ ۔ رواہ الطبرانی فی الاوسط والبزار بنحوہ الا انہ قال ان اباکم واحد وان دینکم واحد ابوکم آدم وآدم خلق من تراب ورجال البزار رجال الصحیح (مجمع الزوائد ج ۸ ص ۸۴ وراجع ج ۳ ص ۲۶۶ ایضاً)

اللہ تعالیٰ جزاء خیر عطا فرمائے حضرت العلام مولانا عبدالقیوم صاحب حقانی دام مجدہم کو جنہوں نے اسماء الرجال کی مستند کتاب۔ کتاب الانساب علامہ سمعانیؒ سے مختلف صنعتوں، حرفتوں اور پیشیوں سے تعلق رکھنے والے حضرات کے علم و عمل تقویٰ اور ورع اور اخلاق کے بلند اقدار کو اجاگر کر کے یہ واضح کر دیا ہے کہ اسلام میں ترقی کا دروازہ کسی بھی جائز پیشے والے

کے لئے بند نہیں ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مولانا موصوف کے سلسلۂ مضامین "ارباب علم و کمال اور پیشۂ رزق حلال" (علامہ سمعانی سے ملاقات) کو علماء، طلباء، اور خواص و عوام کے لئے مفید اور موصوف کے لئے زادِ آخرت بنائے۔ اور خدا کرے کہ یہ جلد کتابی صورت میں شائع ہوں۔ کہ اس پُرفتن دور میں انہوں نے یہ چراغ جلا کر راستہ بتایا ہے ؎

اندھیری شب ہے رستہ گم ہے لیکن
نظر آتے ہیں منزل کے اُجالے

وصلی اللّٰہ تعالیٰ وسلم علیٰ خاتم الانبیاء والمرسلین وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین

(احقر الناس ابو الزاہد محمد سرفراز صفدر)

عورت کی سربراہی اور علماء کی ذمہ داریاں

ملک کے حالیہ انتخابات کے نتیجہ میں ایک ایسی پارٹی نے اکثریت حاصل کی ہے جس کے قائدین و کارکنان کے ماضی کے پیش نظر اس بات کا قوی اندیشہ ہے کہ شعائر اسلامی کے ساتھ استہزاء کرنے، اہل دین پہ پھبتیاں کسنے اور شریعت مقدسہ کو پس پشت ڈالنے والے بارِ دگر سرگرم عمل ہونے والے ہیں۔ بالخصوص جب کہ سیاسی مطلع پر ایک عورت کے اقتدار کے طوفانی اثرات ہویدا ہو گئے ہیں۔ موجودہ صورت حال میں اولاً ہمیں یہ تسلیم کر لینا چاہیئے کہ اہل دین کے باہمی اختلافات اور تفرقہ بازی کی نحوست ہی اس روزِ بد کی حقیقی وجہ ہے۔ اسلام ہی کا نام لینے والی متعدد جماعتیں اور اتحاد ایک دوسرے کے خلاف برسرپیکار تھے۔ اور اس حقیقت کو فراموش کر بیٹھے تھے کہ ان کے مقابلے میں لادین عناصر متحد بھی ہیں اور بیدار بھی۔ اگر اقرارِ جرم اور استغفار و ندامت کے بعد اللہ تعالیٰ سے الحاح کے ساتھ نصرت کی دعا اور متوقع سیلاب بلا سے بچنے کی تدبیر کی طرف توجہ دی جائے۔ عورت کی حاکمیت کے مسئلہ کی شرعی حیثیت سے آپ باخبر ہیں۔ کتاب و سنت کی تصریحات اور اجماعِ امت نے اسے بالکل منقح کر دیا ہے۔ چند حوالے تحریر خدمت ہیں۔

۱۔ الرجال قوامون على النساء بما فضل الله بعضهم على بعض (النساء) ۲۔ عن ابی بکرۃ رض (الی قولہ) قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لن یفلح قوم ولوا امرهم امرأةً (بخاری ج ۲ ص ۶۳۰ کتاب المغازی) بالفرض پی پی کی خاتون وزیراعظم کی بدولت مادی و مالی ترقیات حاصل ہوں تو بھی یہ شرعاً "فلاح" نہیں۔ حقیقی فلاح اخلاقی و دینی روحانی ترقی کا نام ہے۔ ۳۔ عورتوں کا ناقصات العقل والدین ہونا مسلّمہ شرعی عقلی اور بدیہی امر ہے۔ ارشاد نبوی ص ہے:۔ ما رأيت من ناقصات عقل ودين اذهب للب الرجل الحازم من احدٰ (ترمذی شریف بحوالہ مشکوٰۃ شریف ج ۱ ص ۱۔ ۴۔ واذا كان امورکم الی نسائکم فبطن الارض خیر لکم من ظهرها (مشکوٰۃ شریف ص ۴۵۹) ۵۔ اذا وسد الامر الی غیر اهله فانتظر الساعة (مشکوٰۃ شریف بحوالہ بخاری شریف ص ۴۶۹) عورت کے

غیر اہل ہونے پہ شرعاً عقلاً دلائل قائم ہیں ۶۔ قال الخطابی فی الحدیث ان المرأۃ لاتلی الامارۃ والقضاء (فتح الباری ج ۸ ص ۱۰۵، عمدۃ القاری ج ۸ ص ۴۳۷) ۷۔ مذہب الجمہور علی ان المرأۃ لاتلی والقضاء (ارشاد الساری للقسطلانی ج ۶ ص ۴۴۹) ۸۔ ویشترط کونہ مسلما حراً ذکراً (درمختار مع شامی ج ۱ ص ۵۱۲) ۹۔ وھذا نص فی ان المرأۃ لاتکون خلیفۃ ولاخلاف فیہ (احکام القرآن ج ۳ ص ۱۳۶) ۱۰۔ علامہ محمود آلوسیؒ ملکہ بلقیس کے واقعہ سے ہونے والے اشتباہ کے جواب میں لکھتے ہیں۔

لیس فی الایۃ ما یدل علی جواز ان تکون المرأۃ ملکۃ ولاحجۃ فی عمل قوم کفرۃ علی مثل ھذہ المطالب (روح المعانی ج ۳ ص ۱۹۰)

کتاب وسنت میں غور وفکر اور تحقیق وتعمق کے بعد مزید کئی دلائل سامنے آسکیں گے۔ سر دست ان دلائل کا استقصاء مقصود نہیں بلکہ ایک شرعی حکم کی حیثیت اس حقیقت کی یاد دہانی ہے کہ عورت کو حاکم بنانا نصوص سے متصادم ومتعارض ہے۔ عوام اور سیاسی قیادت نے اس وقت ایک عورت کو سربراہ بنا دیا ہے۔ قوموں کی زندگی میں ایسے لمحات نازک تر ہوتے ہیں جب ایک طرف حقیقت اور سچائی ہو اور دوسری طرف محض بھیڑ اور کثرت چنانچہ اسلامی انقلاب کے بعض داعیوں نے اس مزلۃ الاقدام میں اس شرعی حکم کو نظر انداز کرنے کا مشورہ بھی دے دیا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ہماری دیانتدارانہ رائے یہ ہے کہ اس شرعی حکم کو بلا خوف لومۃ لائم واشگاف طور پر بیان کر دیا جائے کہ عورت کو سربراہ بنانا پاکستان کے کم از کم اڑسٹھ ۶۶ فیصد عوام (جنہوں نے پیپلز پارٹی کو ووٹ نہیں دئے) کے دینی، ملی، مذہبی اور سیاسی جذبات کے خلاف ہے۔ پیپلز پارٹی کے بھی مفید یہ ہے کہ وہ عورت کی سربراہی پر اصرار کے بجائے اپنی پارٹی کے کسی مرد کو یہ عہدہ منتقل کر دے۔

آپ کی خدمت میں اس عریضہ سے مقصود یہ ہے کہ آپ اپنے حلقۂ اثر کو عورت کی حاکمیت کے مسئلہ سے آگاہ فرمائیں۔ خدا کرے کہ آپ بھی اس سلسلہ میں ہماری معروضات سے متفق ہوں گے۔ اگر عورت ہی سربراہ مملکت قرار پاتی ہے تو شرعاً علماء پر کیا ذمہ داری عائد ہوتی ہے؟

فقیر محمد ازہر مدیر ماہنامہ "الخیر" ملتان

لاہور کا دجال

حضرات علماء کرام و زعمائے ملت! گذارش ہے کہ ایک شخص مسمی اکرم عربی جو اپنے تئیں کبھی علامہ، کبھی ڈاکٹر کبھی مولوی، کبھی حکیم اور پیر وغیرہ لکھتا ہے اور نہایت منظم طریقے سے درج ذیل اداروں کے نام سے پورے ملک میں اپنا لٹریچر پھیلا رہا ہے۔

۱۔ عالمی تحریک حکمت وطب مشرق واسلام پاکستان رجسٹرڈ۔ ۲۔ محمدن میڈیکل اوپن یونیورسٹی۔ ۳۔ محمدن

یونیورسٹی ۔ ۴۔ محمدیہ شریعتہ محاذ الباکستان ۔ ۵۔ انجمن قمر النور ۔ ۶۔ نیشنل کونسل برائے حکمت ۔ ۷۔ جامعۃ القرآن ۔
اس شخص نے اپنی کتابوں اور پمفلٹوں میں لکھا ہے کہ :۔

● موجودہ قرآن اس قرآن سے مختلف ہے جو رب کے پاس موجود ہے (کتاب الشریعۃ صد ۱۵) ● الٰہ اور محمدؐ دونوں مخلوق ہیں ۔ اس طرح لاالٰہ الااللہ محمد رسول اللہ علم اللسان کی رو سے کلمہ توحید نہیں ہے (ایضاً صد ۱۴) ● کلمہ توحید پر ایمان کیوں لازمی ہے ۔ اس کا علم بریلوی ، دیوبندی ، اہلحدیث ، اہل توحید و سنّت اور شیعہ وغیرہ میں سے کسی کو بھی نہیں (ایضاً صد ۱۴) ● آمنتُ باللہ سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ہر مادی اور غیر مادی ۔ فانی اور غیر فانی شئے کا سبدار یا خام مادہ تسلیم کیا جائے (ایضاً صد ۱۳) ● معراج کا واقعہ من گھڑت اور اسلام دشمنی پر مبنی ہے (محمدؐ کا معراج وقوعی نہیں صد ۲۴) ● فکان قاب قوسین او ادنیٰ ۔ پھر خالق دو کناروں پر یعنی رحمۃ اللعالمین اور شیطان الرجیم کی دو حتمی قوسوں یعنی اشکال سے بھی زیادہ نمایاں ہو گیا (ایضاً صد ۱۹) ● یونانی یعنی یہودی کہتے ہیں کہ حضور پر نور کا معراج ایک وقوعہ ہے (ایضاً صد ۳) ● ابن ماجہ ، ابن خلدون ، ابن رشد ، ابن سینا رازی الکندی ، ابن کثیر اور شاہ عبدالقادر محدث دہلویؒ کو یونانی یہودی قرار دے کر تذکرہ اور واقعہ معراج گھڑنے کی پاداش میں ان کے عذاب قبر میں اضافے کا عقیدہ ملخص (ایضاً صد ۷ ، ۸) ● بارہ سو سال پہلے کے مفسروں ، اماموں کی امامت آج قابل قبول نہیں ۔ خواہ محمدؐ کے سلسلہ کا تخنی غوث ہی کیوں نہ ہو ۔ غوث اعظم ہی کیوں نہ ہو (ایضاً صد ۱۲) ● حب اللہ کو اپنی تعریف کروانے کا شوق پیدا ہوا تو اس کو اپنی ہستی کو دو حصوں میں منقسم کرنا لاحق ہوا ۔ اس طرح آدم اور ابلیس اور کُل ملائکہ تخلیق پا گئے (ایضاً صد ۱۲) ● فلسفے کی کتاب یعنی قرآن (ایضاً صد ۱۸) محمدؐ اللہ تعالیٰ کے وجود کے آخری حد ہیں (ایضاً صد ۲۰) ● قرآن بھی نبی نہیں ہے بلکہ نبی کی امت ہے (حادثۃ الحدیث صد ۳۳) اللہ تعالیٰ ذات ہوتی ہے اس کے ارکان رسول ہوتے ہیں (ایضاً صد ۲۴) ● الصلوٰۃ ، الزکوٰۃ ، الصیام اور حج کی تشریح نبی کرتا ہے یہ یونانیوں کا لغو عقیدہ ہے (ایضاً صد ۲۴) ● وہم نبی یا شیطان کی طرف سے منسوب کرنا ولایت کی شرط اول ہے (ایضاً صد ۱۰) ● قرآن حکمت یعنی فلسفہ یا علاج معالجہ کی کتاب ہے (سنّت کو حدیث ۔۔۔۔ صد ۱۴) ● لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ (ترجمہ) اللہ کے سوا کوئی معالج نہیں محمدؐ اس کا آئینی ثبوت ہے (اشتہار) اللہ نور السموٰت والارض (ترجمہ) اللہ تعالیٰ خلاء اور مادے کے درمیان تسلسل کا نام ہے (اشتہار) ● کتب احادیث یونانیوں یہودیوں کے نظریات ہیں (اشتہار) حضورؐ کے اقوال افعال اسوۂ حسنہ نہیں ۔ اسوۂ حسنہ لائق اتباع نہیں (حادثۃ الحدیث صد ۱۸) ● یونانیوں (یعنی علماء امت) نے حضرت عیسیٰؑ کی آمد کو مذہب کا حصہ قرار دے دیا ہے ۔ حالانکہ رحمۃ للعالمین کی آمد کے بعد کسی رحمت کی ضرورت ہی باقی نہیں رہتی ۔ (ایضاً صد ۳۱)

احقر نے یہاں کے اکابر علماء اور مشائخ کے تعاون سے مذکورہ اکرم عربی کو ۲۹۵ سی دفعہ توہین رسالت

کے تحت مقدمہ درج کرا کے گرفتار کرا لیا ہے۔ مقدمہ جاری ہے مجھے یقین ہے کہ آپ حضرات بھی اس کے خلاف بھرپور آواز اٹھائیں گے کہ ایسے گستاخ رسولؐ کو کیفر کردار تک پہنچایا جا سکے۔ (عبدالرشید انصاری مدیر ہفت روزہ خدام الدین۔ لاہور)

عورت کی سربراہی — صدر پاکستان کے نام کھلا خط

محترم غلام اسحاق خان صاحب۔ صدر پاکستان

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

مبارک ہو کہ کل آپ صدر پاکستان منتخب ہو گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس عظیم منصب کی جملہ ذمہ داریاں ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

بجا طور پر آپ نے جاری کردہ بیان میں آئین پاکستان کی سربلندی کا وعدہ فرمایا اور آپ نے عہدۂ صدارت کا حلف اٹھاتے ہوئے پوری قوم کے سامنے بآوازِ بلند **قرآن وسنّت** پر ایمان و عمل کا اقرار فرمایا ہے۔ چونکہ آپ اللہ کے حضور اپنی ذمہ داری اور جواب دہی کا پورا احساس رکھتے ہیں لہٰذا میں آپ کی خدمت میں اس اولین اور اہم ترین اقدام کی نشاندہی کرنا چاہتا ہوں جس سے آپ آئین پاکستان کی سربلندی اور قرآن وسنت کی بالادستی کے عہد کو اول روز ہی پورا کر سکتے ہیں۔ موجودہ دستور کی دفعہ نمبر ۲ (الف) قرارداد مقاصد ۴۹ پر مشتمل ہے۔ اور خود قرارداد مقاصد قرآن وسنت کی حکمرانی کا واضح اعلان عام ہے۔ اس لحاظ سے قرآن وسنت کا درجہ "برتر آئین" اور "سپر آئین" کا قرار پاتا ہے۔ اس بنیادی بات کی روشنی میں اگر کسی آئینی معاملہ میں دستور پاکستان خاموش ہو تو وہاں احکام قرآن وسنت کا براہِ راست عملی اطلاق لازم ہو جاتا ہے۔

دستور پاکستان اپنے سربراہ حکومت (وزیر اعظم) کی شرائط اہلیت کے ضمن میں نکتۂ جنس پر خاموش ہے، مگر اس نکتۂ جنس پر قرآن وسنت کے صاف وصریح احکام موجود ہیں کہ وہ مرد ہی ہو سکتا ہے۔ لہٰذا موجودہ دستوری خلا کو احکام قرآن وسنّت سے فوراً وعملاً پُر کرنا آپ پر واجب ہے۔ جس کے لئے اس اہم ترین مسئلہ پر قرآنی ونبوی احکامات وتنبیہات پیش خدمت ہیں:۔

(۱) مرد عورتوں کے سربراہ وسرپرست ہیں۔ اس بنا پر کہ اللہ نے ایک کو دوسرے پر فضیلت دی ہے (سورۃ نساء، ۳۴) یعنی گھر اور باہر دونوں جگہ۔

(۲) عورتوں کے لئے معروف طریقہ پر اسی طرح حقوق ہیں جس طرح ان پر ذمہ داریاں ہیں۔ البتہ مردوں کو عورتوں پر ایک زائد درجہ فوقیت ہے (البقرہ ۲۲۸)

(۳) جو صالح عورتیں ہیں وہ مردوں کی فرماں بردار اور اطاعت شعار ہوتی ہیں (النساء ۳۴) یعنی صالحیت عورت

کا معیار طاعت مرد ہے۔

④ وہ قوم کبھی فلاح نہیں پا سکتی جس نے عورت کو حکمران بنایا (بخاری، کتاب الفتن) یعنی اللہ کی حکم عدولی ہلاکت ہے۔

⑤ جب تمہارے امورِ مملکت عورتوں کے سپرد ہو جائیں تو پھر تمہارے لئے زمین کا پیٹ اس کی پشت سے بہتر ہے۔ (ترمذی) یعنی زندگی سے موت بہتر ہے۔

⑥ وہ قوم تباہ و برباد ہوئی جس نے عورت کو اپنا حاکم اور سربراہ بنایا۔ (بخاری) یہی وجہ ہے کہ پورے سلسلہ انبیاء و خلفاء میں کوئی عورت نہیں۔

محترم صدر صاحب! خود آپ نے ۱۶ نومبر ۸۸ء کو ایک صحافی سے فرمایا تھا کہ:-
"اسلام کے تحت عورت امام نہیں ہو سکتی" (بحوالہ جنگ کراچی ۱۷ نومبر ۸۸ء)
جب عورت چھوٹی سی مسجد میں امام نہیں ہو سکتی اور اپنے چھوٹے سے گھر میں سربراہ نہیں ہو سکتی تو آخر وہ کیونکر ایک وسیع و عریض حکومت کی سربراہ ہو سکتی ہے؟ لہذا مندرجہ بالا قرآن و سنت کے احکامات اور مضمرات کے پیش نظر اب آپ پر واجب ہو جاتا ہے کہ آپ بحیثیت سربراہ مملکت اور بموجب مذکورہ بالا حلف نامہ صدارت اپنا سربراہ حکومت (وزیر اعظم) فوری طور پر کسی مرد کو مقرر فرمائیں اور اللہ کی بارگاہ میں سرخرو ہو جائیں۔ بلا جھجک بسم اللہ کیجئے اور اپنے محولہ بالا وعدہ و عہد کا پاس کیجئے۔ یعنی کہ آئین پاکستان کی سربلندی اور آئین اسلام کی بالادستی قائم کیجئے۔ بصورت دیگر ملک و ملت کا انجام من اللہ ہم سب کو معلوم! میری دعائیں آپ کے ساتھ ہیں۔ (عبد المجید کراچی)

بہت بڑا طوفان

کئی دنوں سے خط لکھنے کا سوچ رہا تھا۔ خاص کر اخبار میں آپ کا تازہ بیان پڑھ کر بڑی تسکین ہوئی۔ کہ آپ نے کہا۔ "میرے ضمیر کی آواز اتحاد ہے"

۲۔ پھر عورت کے سربراہِ حکومت بن جانے کے سلسلہ میں آپ کے تمام تر ردِ عمل پڑھ کر بڑی خوشی ہوئی۔ افسوس کہ لوگوں نے حضورِ پاکؐ کے اس بیان کی پرواہ نہ کی جب آپ نے ایران کے تخت پر ایک عورت کے براجمان ہونے پر فرمایا
"جس قوم کو سربراہ کے طور پر کوئی مرد نظر نہیں آتا وہ زوال پذیر ہے"

۳۔ اب مجھ عاجز کو ایک بہت بڑا "طوفان" نظر آرہا ہے۔ اول لیاقت علی خان نے پاکستان میں ایک جھوٹے نبی کا مرکز بنوایا۔ اور دوم بھٹو کے حواریوں نے اللہ اور رسولؐ کے نام پر بنے ہوئے ملک میں اللہ اور رسولؐ کے احکام یا فرمانوں کی کھلی نافرمانی کی۔

۴۔ جس طرح قادیانیوں کی سازش ہے اسی طرح یہ بھی سازش ہے اور اس کے خلاف جو کچھ آپ کر رہے ہیں آپ کو لاکھ لاکھ مبارک۔ میری اس سلسلہ میں خدمات حاضر ہیں۔

۵۔ چند گذارشات البتہ ہیں۔ کہ اسلامی جمہوری اتحاد کا نام صرف اسلامی اتحاد کردیں اور ایسے اتحاد کے تحت ایک تحریک چلائیں کہ جگہ جگہ لوگ اعلان کریں کہ "اے رب العالمین! ہم نہ تو ربوہ میں جھوٹے نبی کے مرکز بنوانے کے گناہ میں شامل ہیں، اور نہ عورت کے سربراہِ حکومت بنوانے کے گناہ میں۔ ہمیں طاقت دے کہ ہم ان دو بڑے فتنوں کا قلع قمع کرسکیں

میجر امیر افضل خان۔ راولپنڈی

★ ماہ نومبر کے الحق کا مطالعہ کیا۔ "صحبتے یار آخر شد" کا مضمون بہت ہی دردناک تھا۔ آپ نے ایسا نقشہ کھینچا، پڑھتے وقت خودبخود آنسو آنکھوں سے رواں ہوجاتے۔ (احسان الحق بابر ہیڈ کلرک ژوب بلیشیا)

خالص پاکستانی ثقافت

اللہ کرے بصحت و عافیت ہوں۔ متاعِ کارواں تو پہلے ہی لٹتا آرہا ہے، اب احساسِ زیاں بھی جاتا دکھائی دیتا ہے ایک طرف اسلامی اقدار کو روندا جارہا ہے دوسری طرف ذمہ دار حضرات بھی سیاست کو شریعت پر ترجیح دے رہے ہیں پھر پاک سرزمین بھی کیا عجیب سرزمین ہے۔ کیا سیاست کیا شریعت، دونوں میں نت نئے تجربات کی آماجگاہ بنی ہوئی ہے۔ دیکھئے تو اسلام اسلام کے پردے میں پردہ دار نکل آئی جو عالمِ اسلام کے لئے سوالیہ نشان ہے۔ شریعت بل کو اس کا بل کھا گیا۔ افسوس! کسی نے افسوس نہ کیا۔

حاملینِ شریعت کو بری الذمہ کرنے کے لئے آپ نے انسب و احسن راہ نکالی ہے۔ ورنہ تو دنیائے اسلام کے لئے ایک بھونڈی مثال قائم ہوجاتی اور کل کلاں دلیل میں یہی کہا جاتا کہ علماء پاکستان نے نوٹس نہ لے کر خاموشی نیم رضا کا ثبوت دیا۔

یہی مجاہدانہ اقدامات ہیں آپ کے جن سے اکابر علماء دین مجاہد ملت مولانا غلام غوث ہزاروی کی یاد تازہ ہوجاتی ہے

ایں سعادت بزور بازو نیست

تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

علماء کنونشن میں وزیر مملکت جاوید جبار کے اس بیان کا سختی سے نوٹس لینا چاہئے کہ نشریاتی اداروں میں اب خالص پاکستانی ثقافت پیش کی جائے گی۔" خالص پاکستانی ثقافت" سے مراد اگر اسلامی اقدار کو ہٹایا گھٹا کر اسے جمالو کی انگشہ ایاں پیش کرنا ہو تو یہ اسلامیان پاکستان کی غیرت ایمانی کے منافی ہوگا۔

ان برخود غلط لوگوں کو شاید گھمنڈ ہو کہ ۶۲ ووٹروں نے گویا اسلام کی نفی کردی ہے نہیں نہیں، ہرگز نہیں انہیں تو سبز باغ میں الجھا دیا گیا ہے۔

اس دورِ زناں کا پہلا فائدہ اگر پہنچا ہے تو ظالموں، قاتلوں، ڈکیتوں اور ہتھوڑا زنوں، بم ماروں، اغوا کاروں کو جن کے لئے جیل کی دیواریں گرادی گئیں۔ (پروفیسر محمد اسمٰعیل شیفی)

ایگل
ایک عالمگیر
قلم
خوشخط
رواں اور
دیرپا۔
اسٹیل
کے
سفید
اریڈیم ٹپڈ
نب کے
ساتھ
EAGLE
ہر
جگہ
دستیاب
آزاد فرینڈز
اینڈ کمپنی (پرائیویٹ) لمیٹڈ
دلکش
دلنشیں
دلفریب
حسین
کے
پارچہ جات
حسین کے خوبصورت پارچہ جات نہ صرف آنکھوں کو بھلے لگتے ہیں بلکہ آپ کی شخصیت کو بھی نکھارتے ہیں۔ خواتین ہوں یا
مرد دونوں کے ملبوسات کیلئے موزوں۔ حسین کے پارچہ جات شہر کی ہر بڑی دکان پر دستیاب ہیں۔
FABRICS
خوش پوشی کے پیش رو
حسین ٹیکسٹائل ملز
حسین انڈسٹریز لمیٹڈ کراچی
پاکستان کا
نمبر
1
بائیسکل
سہراب
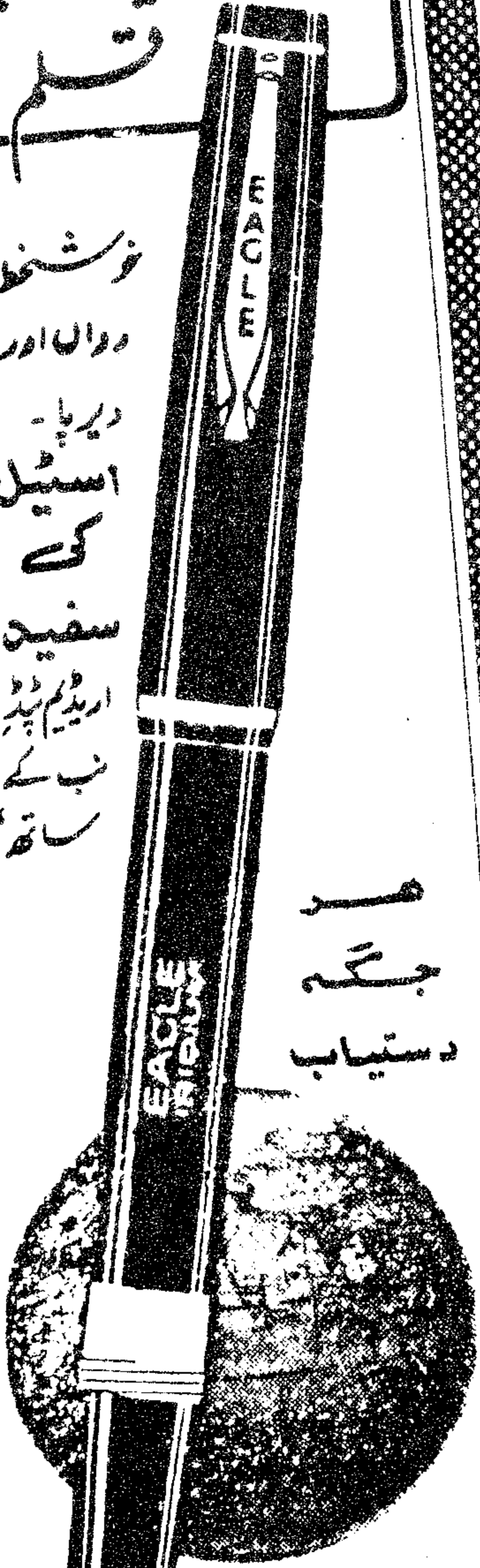
(ادارہ)

بہ سلسلہ شیخ الحدیث مولانا عبدالحق کے
سانحہ ارتحال پر ہمہ گیر سوگ اور عالمی تعزیتیں

اکابر علماء ہند اور چند مشاہیر کے تعزیتی مکاتیب

مولانا قاضی زین العابدین میرٹھی خطیب شاہی جامع مسجد میرٹھ

برادر مکرم و محترم ۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ'

دارالعلوم دیوبند میں، شرکت اجلاس مجلس شوریٰ کے سلسلہ میں آیا ہوا ہوں ۔ یہاں دوران مجلس ریڈیو کے ذریعہ معلوم ہوا کہ اعلیٰ حضرت شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحبؒ نے داعی اجل کو لبیک کہا ۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ۔ للہ ما اخذ و اعطیٰ ۔ آپ کے تو وہ والد بزرگوار تھے ان کے سایۂ رحمت خداوندی سے محرومی پر آپ جتنا افسوس اور غم کریں وہ کم ہے ۔ مگر ہم وابستگان دامان عقیدت کو بھی اس سے جو صدمہ پہنچا ہے اس کا اظہار مشکل ہے ۔

" الحق " کے ذریعہ ان کے ارشادات و افادات سے ہر ماہ متمتع ہونے کا موقعہ ملتا رہتا تھا اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ہم ان کی مجالس ہی میں حاضر ہیں ۔ افسوس کہ یہ صورت اب نہ رہی ۔

حضرت محترم بزرگانِ دیوبند و گنگوہ کی یادگار اور ان کے علوم و افکار کے امین تھے ۔ دارالعلوم دیوبند کا فیض ان کے ذریعہ پاکستان اور افغانستان میں جاری تھا ۔ اور اس سے وہاں کے دینی و علمی حلقے سرسبز و شاداب تھے ۔

بہرحال ۔ وقت موعود تو سب کو آنا ہے خواہ دنیوی و دینی عظمت کے کیسے ہی بڑے حامل ہوں ۔ بارگاہ خداوندی میں حاضری سے کوئی مستثنیٰ نہیں اذا جاء اجلھم لا یستقدمون ساعۃ ولا یستاخرون ۔

اللہ سے دعا ہے کہ حضرت محترم کو اپنے جوار رحمت و رافت میں جگہ دے اور ان کی علمی و دینی و اسلامی خدمات کا بہترین اجر عطا فرمائے ۔ اور جنت الفردوس میں ان کے درجات کو بلند فرمائے اور آپ صاحبان کو صبر جمیل کی توفیق دے ۔ اور اس حادثہ پر اجر جزیل سے نوازے ۔ دارالعلوم کی مجلسِ شوریٰ نے اس حادثہ پر تجویز تعزیت کی ہے اسے مہتمم صاحب ارسال خدمت کریں گے ۔

تجویز کے علاوہ ، مجلس نے حضرت کے لئے دعائے مغفرت بھی کی ۔

مدرسین دارالعلوم حقانیہ کو سلام عرض کردیں ۔

(۷) الاخ الاعز الاکرم سلمکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ حضرت مخدوم ملت مجدد شریعت وطریقت مولانا الشیخ عبدالحق شیخ الحدیث و بانی دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ ضلع پشاور کے حادثۂ وفات کی خبر کافی عرصہ ہوا ریڈیو اور دیگر ذرائع سے مل چکی تھی ایسا محسوس ہوا تھا کہ دل پر کوہ الم ٹوٹ پڑا۔

میں اس زمانہ میں بغرض شرکت مجلس شوریٰ دارالعلوم دیوبند (مورخہ یکم و دوم صفر ۱۴۰۹ھ) باوجود علالت طبع کے دیوبند حاضر تھا۔ تجویز تعزیت میرے ہی قلم سے لکھی ہوئی مجلس میں پیش ہو کر منظور ہوئی۔ اور کافی دیر تک ارکان مجلس حضرت مرحوم کے فضائل و خصائل اور کمالات علمی و عملی کا تذکرہ کرتے رہے۔ سب نے ایسا محسوس کیا کہ گویا دارالعلوم دیوبند اپنے ایک سرپرست سے محروم ہو گیا ہے۔ وہیں میں نے ذاتی طور پر ایک تعزیتی خط آپ کے نام لکھا تھا اور اسے حوالہ برید کرنے کی ہدایت کی تھی۔ مگر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خط آپ تک نہیں پہنچا۔

آج نومبر ۸۸ء کا "الحق" ملا۔ اس میں حضرت کی وفات پر مختلف اصحاب کے اشک ہائے غم کے علاوہ، ایک دوسرے محترم دوست اور پاکستان میں علماء دیوبند کے نمائندہ اور اکابر سہارنپور و دیوبند کے جانشین مولانا محمد مالک ؒ مہتمم جامعہ اشرفیہ لاہور کی وفات حسرت آیات کی خبر بھی نظر سے گذری تو حضرت ؒ کی یاد بھی تازہ ہو گئی (ان الشجی یبعث الشجی) مناسب سمجھا کہ دونوں کی تعزیت آپ ہی سے کر لوں۔

دونوں بزرگواروں سے قدیم روحانی و علمی روابط کے باوجود، آخری ملاقات دارالعلوم دیوبند ہی کے دو یادگار جلسوں میں ہوئی تھی۔ اور اس نے تاریخ کے مٹے ہوئے نقوش کو اجاگر کر دیا تھا۔

حضرت شیخ الحدیث ؒ سے شرف نیاز دیوبند کے عظیم صد سالہ جلسہ کے موقعہ پر حاصل ہوا۔ حضرت ؒ جسمانی اعتبار سے ہڈیوں کا ایک ہار تھے۔ مگر علم و فضل، لطف و کرم مودت و محبت و عظمت و جلالت کا کہکشاں۔ باوجود سخت نقاہت اور سفر کی تکان کے کھڑے ہو کر معانقہ فرمایا اور دیر تک دعائیں دیتے رہے۔ آپ سے بھی، ان ہی کے ساتھ شرف ملاقات حاصل ہوا تھا۔

پھر بعد میں "الحق"، کے ذریعہ روابط و تعلقات کا یہ سلسلہ جاری رہا۔ دارالعلوم حقانیہ کے بعض اساتذہ کرام اور واردین و صادرین کی مجلسوں میں آپ جو ملفوظات ارشاد فرماتے رہے وہ علمی و روحانی جواہرات کی شکل میں ہر رسالہ کے ذریعہ دیدۂ دل کو روشن کرتے رہے۔ حضرت گنگوہی ؒ اور حضرت نانوتوی ؒ سے لے کر حضرت کشمیری ؒ اور حضرت مدنی ؒ تک کے علوم و معارف کا ذخیرہ نئی آب و تاب کے ساتھ نگاہوں کے سامنے آتا رہتا تھا۔

حضرت ؒ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحیح جانشین کی حیثیت سے نہ صرف مجلس کتاب و سنت ہی کے صدر نشین تھے بلکہ میدان جہاد کے بھی سالار کارواں تھے۔ مجاہدین سرحد کی آمد پر آپ کے جو ارشادات ہوتے وہ اس کا

عملی ثبوت ہیں۔

دارالعلوم کی مجلس میں میں نے بعض اکابر مدرسین کو اس طرف متوجہ کیا کہ ہمارے ہاں بخاری و ترمذی وغیرہ کے درسوں میں صوم صلوٰۃ کے اختلافی مسائل پر جو تقاریر کی جاتی ہیں۔ ان کی بجائے ان احادیث کی ضروری تشریحات طلبہ کے سامنے پیش کی جانی چاہئیں۔ جو جدید تعلیم یافتہ مسلمانوں کے شبہات وخلجانات دور کریں اور مسلمانوں کو غیر مسلمانوں کے مقابلہ میں قوت وشوکت کے وسائل بہم پہنچائیں۔ اس سلسلہ میں بطور نظیر حضرتؒ ہی کے ارشادات عالیہ کا حوالہ دیا گیا۔ الحمدللہ اس رائے کو پسند کیا گیا۔ انشاءاللہ تعالیٰ اس کا ثواب بھی حضرتؒ ہی کے نامۂ اعمال میں درج ہوگا۔

حضرت مولانا محمد مالکؒ سے نیاز دارالعلوم دیوبند کے "انسداد فتنۂ قادیانیت" کے جلسہ میں حاصل ہوا۔ حضرت مولانا ارشد صاحب کے ہاں ناشتہ پر دیر تک باتیں ہوتی رہیں اور ان خصوصی تعلقات کا ذکر آیا جو حضرت شیخ التفسیر مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ کے دامن تلمذ سے وابستگی کی بنا پر خاکسار کو ان کی بارگاہ میں حاصل تھے۔ مرحوم نے مجھے اپنی تازہ ضخیم تصنیف "منازل العرفان" بھی محبت کے ساتھ عنائت کی۔

بہرحال دونوں بزرگوں سے یہ ملاقاتیں تاریخی دستاویزوں کی طرح صفحات دماغ پر مرتسم رہیں گی۔

آخر میں اللہ تعالیٰ سے عاجزانہ دعا ہے کہ وہ آپ کو آپ کے عالی مقام باپ کا صحیح جانشین بناتے اور آپ کی علمی وسیاسی سرگرمیوں کو جاری رکھنے کے لئے مزید قوت وعزیمت عطا فرمائے۔ آمین

حضرت مولانا رشید الدین صاحب داماد حضرت مدنیؒ جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مراد آباد

محترم ومکرم جناب مولانا سمیع الحق صاحب زید مجدکم

سلام مسنون! ابھی پچھلے ہفتے مرکزی دفتر جمعیت علماء ہند دہلی میں امارت شرعیہ کی ایک میٹنگ میں حاضری ہوئی۔ وہاں مدرسہ صولتیہ مکۃ المکرمہ کے ایک استاد سے یہ روح فرسا خبر سنی کہ شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب جن کو آج تک ہم دامت برکاتہم اور مدظلہم العالی لکھتے آرہے تھے اب ان کو رحمۃ اللہ علیہ اور قدس سرہ العزیز لکھنا پڑے گا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

ابھی تو آپ کے لئے والدہ محترمہ ہی کا غم تازہ تھا کہ عظیم سایۂ پدری سے بھی محرومی ہوگئی۔

حضرت مرحوم کو حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہ سے جو والہانہ تعلق تھا۔ اس میں پاکستان کے ہر سفر میں ملاقات کے موقعہ پر اضافہ اور زیادتی محسوس ہوتی تھی۔ بار بار اپنی زبان مبارک سے یہ ارشاد فرماتے کہ تمہارے آنے کی وجہ سے آج کا دن میرے لئے عید سے کم نہیں ہے۔ حالاں کہ میری کیا حیثیت اور کیا حقیقت ہے۔ مگر چونکہ خورد نوازی ان کی طبیعت ثانیہ بن چکی تھی اور تواضع ان کا شعار ہو چکی تھی۔ اس لئے جو کچھ فرماتے وہ حقیقت ہوتی تھی۔ تصنع نہیں۔ اب ان جیسا وفاشعار، مشائخ کی یادگار اور اسلاف کا نمونہ کہاں

دیکھنے کو ملے گا۔ اللہ تعالیٰ کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل سے نوازے۔ آمین

مدرسہ میں جلسہ تعزیت کے بعد حضرت مرحوم کی روح کو ایصالِ ثواب کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔

اب مدرسہ کی تمام تر ذمہ داریاں آپ کے کاندھوں پر آپڑیں۔ دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ خیر و خوبی کے ساتھ تمام ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ اپنے تمام عزیز و اقارب، برادران اور احباب تک میری طرف سے کلماتِ تعزیت پہنچا دیں۔ شکرگذار ہوں گا۔ خدا کرے مزاج بعافیت ہو۔

جمیعۃ العلماء برطانیہ

محدث کبیر استاد الاساتذہ حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق کی موت کی خبر یقیناً ایسی خبر تھی جس کے ذریعہ پہنچنے والا صدمہ ناقابلِ تلافی ہے۔ اہل حق یوں بھی یکے بعد دیگرے بڑے بڑے بزرگوں کے اٹھ جانے کے باعث آزمائش میں مبتلا تھے۔ لیکن رہی سہی ہمت کمر بھی حضرت کی وفات نے توڑ کر رکھ دی۔ سچی بات ہے کہ مولانا کی وفات کے بعد ذہن عجیب کرب میں مبتلا ہے کہ اب کیا ہوگا۔ اور اہلِ حق کے درمیان پائے جانے والے انتشار کو اتفاق میں تبدیل کرنے کا کام کون کرے گا۔ لیکن ایک چیز کمر بندھاتی ہے کہ اللہ جل جلالہٗ اپنے اس عظیم بندہ کی دینی خدمات کے صلہ میں نہ صرف مرحوم کو جنت الفردوس میں مقام عطا کرے گا بلکہ اہلِ حق کو باہمی اتحاد و اتفاق کی دولت سے بھی مالامال کرے گا۔

مولانا مرحوم کی وفات سے یقیناً آپ کو بحیثیت اولاد صدمہ پہنچا ہوگا لیکن ہم راہِ حق کے رہنما کاروں کے لئے بھی یہ کوئی کم صدمہ نہیں۔ اللہ کریم سے دعا ہے کہ اللہ کی ذاتِ عالی حضرت شیخ الحدیث کو اپنے ہاں جوارِ رحمت میں جگہ نصیب فرمائے۔ اور ہر طرح کے پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

جمیعۃ علماء برطانیہ کے زیر اہتمام ملک کے مختلف حصوں میں خصوصی دعائے مغفرت کے علاوہ ایصالِ ثواب کے لئے قرآن خوانی کے پروگرام بھی ہوئے جبکہ برمنگھم میں خصوصی تعزیتی جلسہ بھی رکھا گیا جس میں مولانا عبدالرشید ربانی ڈیوزبری۔ مولانا مفتی محمد اسلم راہ ھدرم۔ مولانا سید سلیم شاہ ریڈنج۔ مولانا قاری حق نواز حقانی والسال۔ مولانا حافظ محمد اکرم راچڈیل کے علاوہ ڈاکٹر سجاد حسین خٹک نے بھی شرکت کی۔ اور حضرت شیخ الحدیث کو خراجِ تحسین پیش کیا۔

قاری تصور الحق مرکزی سیکرٹری جمیعۃ علماء برطانیہ

مولانا حافظ عبدالقادر روپڑی امیر مرکزی جماعت اہلحدیث

اللہ تعالیٰ آپ کو سلامت باکرامت رکھے۔ آمین

والد مرحوم کی خبر وفات سن کر سخت صدمہ ہوا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

اللہ تعالیٰ ان کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین۔ اولاد پر والدین کا سایہ خصوصاً ان کی شفقت

اور دعائیں خدا کی رحمت کا خاص حصہ ہوتی ہیں۔ آپ لوگوں کا وجود مرحوم کی نشانیاں اور باقیات الصالحات ہیں۔
نیک اولاد والدین کے لئے صدقہ جاریہ ہے او ولد صالح (الحدیث)
دعا ہے اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔ اور آپ کو صبر جمیل کی توفیق بخشے۔ آمین
میں خود ناسازی طبیعت کی وجہ سے پہلے خط نہ لکھ سکا جس کے لئے معذرت خواہ ہوں۔

حضرت مولانا قاری شریف احمد صاحب کراچی مصنّف تذکرۃ الانبیاء

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
۷ ستمبر کی شب میں ریڈیو سے اور ۸ ستمبر کی صبح اخبارات سے معلوم ہوا کہ اسوۃ الصلحاء یادگار اسلاف استاد الاساتذہ واقف اسرار شریعت شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب بانی دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔
موت ہر متنفس کو اس کے مقررہ وقت پر آتی ہے اور اس سے کسی کو بھی مفر نہیں۔ مگر بعض ہستیاں ایسی تاریخی ہوتی ہیں کہ ان کے کارناموں کو فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ ایسے لوگ اپنی موت کے بعد لوگوں کے دلوں میں اپنی انمٹ یاد چھوڑ جاتے ہیں۔ حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ کے بہت سے کارنامے ہیں۔ جو ان کی تاریخ کا روشن باب ہیں۔ ان میں زندہ جاوید کارنامہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کا قیام ہے جو صرف رسمی دارالعلوم اور درسگاہ نہیں بلکہ یہ درس گاہ مجاہدین کی تربیت گاہ بھی ہے جس کے تربیت یافتہ علماء افغانستان کی جنگ میں مجاہدین کی قیادت اور ان کے شانہ بشانہ کفر کی اتنی بڑی طاقت سے مصروف جنگ ہیں۔ کہ اس طاقت نے مقابلہ سے عاجز آ کر میدان جنگ سے فرار میں اپنی عافیت سمجھی۔
اسی طرح مولانا مرحوم اپنی ضعیفی اور بیماری کے باوجود نفاذ شریعت کا جو جذبہ اور تڑپ اپنے دل میں رکھتے تھے اس کی شاہد قومی اسمبلی میں وہ تقریریں ہیں جو آپ نے اسمبلی میں فرمائیں۔ جو دارالعلوم حقانیہ کے ترجمان ماہنامہ "الحق" میں محفوظ ہیں۔ اس کے باوجود ایسی ہستیوں کی زندگی اور ان کا وجود زندہ لوگوں کے لئے بابرکت ہوتا ہے۔ اس لئے ایسے حضرات کی وفات پر صدمہ فطری بات ہے۔ اور ان کا صدمہ نہ صرف اعزہ اور احباب کو ہوتا ہے بلکہ اپنی جماعت سے تعلق رکھنے والوں کو بھی ہوتا ہے۔ میرا شمار بھی ایسے ہی معتقدین میں ہے اور مولانا کے متعلقین کی طرح مجھے بھی صدمہ ہے۔ میری خدا سے دعا ہے کہ حضرت کو درجات عالیہ سے نوازے، جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائے اور لواحقین کو صبر جمیل کی نعمت سے نوازے۔ آمین

جناب جاوید جبار صاحب وزیر مملکت اطلاعات و نشریات

دلی معذرت خواہ ہوں کہ آپ کے والد محترم کی وفات پر تعزیت کے لئے حاضر نہ ہو سکا۔ اور نہ ہی بروقت اپنا پیغام تعزیت بھیج سکا۔ وجہ یہ تھی کہ میں گذشتہ چند ہفتوں کے دوران، اپنے چند فرائض کے سلسلے میں بیرون

رہا۔ چونکہ میں آج ہی وطن لوٹا ہوں۔ اس لئے اس پیغام میں تاخیر کی معذرت چاہتا ہوں۔

مرحوم کی وفات آپ کا ذاتی نقصان ہی نہیں، ہم سب کا اجتماعی نقصان ہے کیونکہ مرحوم کا دم نہ صرف آپ کے لیے بلکہ پوری قوم کے لئے بڑا غنیمت تھا۔ دین اور تبلیغ کے شعبوں میں انہوں نے تمام عمر جس تندہی سے کام کیا وہ ایک روشن اور قابل تقلید مثال ہے۔ افسوس کہ اب وہ ہمارے ساتھ نہیں رہے۔ مگر خدا تعالیٰ کی مرضی کے آگے ہم صرف سر ہی جھکا سکتے ہیں۔

میں آپ کو پیش آنے والے اس صدمے کی شدت کو محسوس کرتا ہوں اور خود کو آپ کے غم میں برابر کا شریک پاتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ آپ کو حوصلہ دے کہ آپ اس عظیم نقصان کو برداشت کر سکیں۔ اور ہم سب کو توفیق بخشے کہ ہم مرحوم کی مخلصانہ خدمات اور کام کو آگے بڑھا سکیں۔ آمین

بقیہ۔ قرب الٰہی کے دو راستے

کان عالماً یصلی المکتوبۃ ثم یجلس فیعلم الناس الخیر والاخر یصوم النہار و یقوم اللیل ایہما افضل؟
قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم فضل ھذا العالم الذی یصلی المکتوبۃ ثم یجلس فیعلم الناس الخیر علی العابد الذی یصوم النہار ویقوم اللیل کفضلی علی ادناکم

رواہ الدارمی (مشکوٰۃ)

کیا جن میں سے ایک دین کا جاننے والا تھا اس کا طریقہ یہ تھا کہ فرض نماز پڑھتا اور پھر بیٹھ کر لوگوں کو اچھی باتیں بتاتا اور سکھاتا اور دوسرا ہمیشہ دن کو روزے رکھتا اور رات بھر نوافل پڑھتا (حضورؐ سے دریافت کیا گیا کہ ان دونوں میں سے کون افضل ہے؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ یہ شخص جو فرائض ادا کرتا اور پھر بیٹھ کر لوگوں کو اچھی باتیں بتاتا اور سکھاتا تھا۔ اس قائم اللیل صائم النہار عابد کے مقابلہ میں ایسی فضیلت رکھتا ہے جیسی کہ تم میں سے کسی ادنیٰ آدمی پر مجھے فضیلت حاصل ہے۔

ملحوظ رہے کہ حضورؐ کے جواب میں جو تمثیل ہے یہ مقدار فضیلت میں نہیں ہے بلکہ فضیلت کی نوعیت میں تمثیل و تشبیہ ہے

حافظ محمد ابراہیم فانی
مدرس دارالعلوم حقانیہ

فرقتِ شیخ الحدیث

نعرہ زد ہاتف بہارِ ملت بیضا نماند — طالبانِ علم و فن را مرجع و ماویٰ نماند

محشرستاں شد زمیں از فرقتِ شیخ الحدیث — آسماں لرزید و گفت ملجائے مولانا نماند

اے خدائے مہر و مہ اندر دلِ ویرانِ من — طاقتِ صبر و شکیب و ضبطِ واویلا نماند

اشک ریزد دیدۂ بینائے خورشید و قمر — خون بر اوجِ شفق کاں حضرتِ والا نماند

لشکرِ آہم ز دل بیروں مے آید ولے — جائے خیمہ یا خدا در وسعتِ صحرا نماند

تیرہ و تاریک و خیرہ شد تجلّی گاہِ دل — ہیچ نقشِ نور بر ایں وادیٔ سینا نماند

رفت از دنیائے دوں آں قطبِ اقطابِ زمن — شاہِ ہفت اقلیم ملت نازشِ تقویٰ نماند

نیست در میخانۂ ما شور بزمِ کہکشاں — ساقیٔ مہوش برفت آں جام و آں صہبا نماند

اے خدائے دو جہاں از دستِ گلچینِ اجل — رشکِ بستاں زیبِ گلشن آں گلِ رعنا نماند

کائناتِ قدسیاں نالہ بخونابِ جگر
فانیٔ اندوہ گیں در بحرِ غم تنہا نماند

محفوظ قابلِ اعتماد مستعد بندرگاہ

بندرگاہ کراچی

جہازرانوں کی جنّت
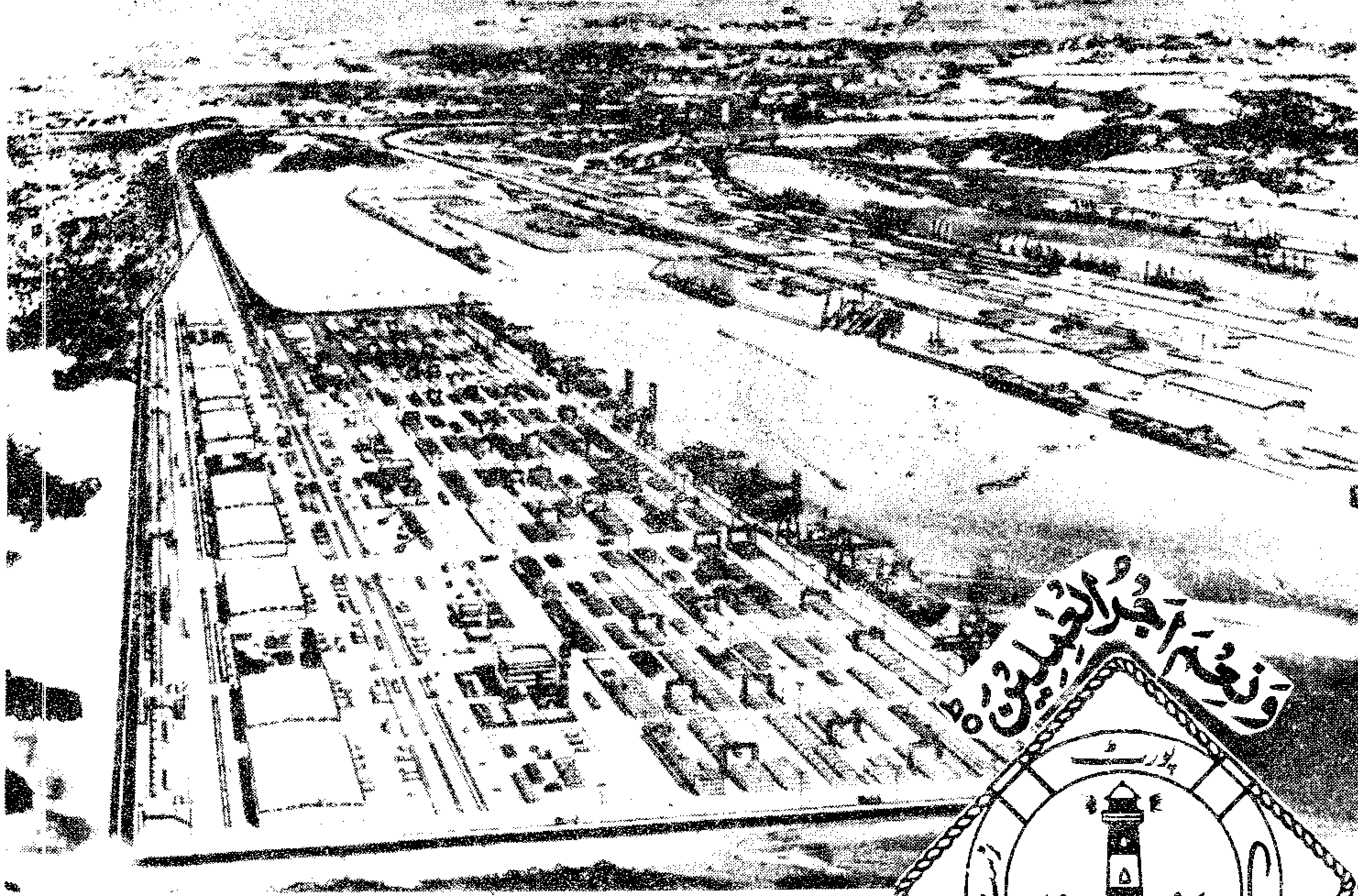
بندرگاہ کی خدمات کے جدید انداز کے ساتھ
عالمی تجارت کے لئے پُرکشش
پاکستانی معیشت کی تعمیر کے لئے کوشاں

ہماری کامیابیوں کی بنیاد

- انجینیئرنگ میں کمالِ فن
- جدید ٹیکنالوجی
- مستعد خدمات
- باکفایت اخراجات
- مسلسل محنت

۲۱ ویں صدی کی جانب رواں

بمع

جدید مربوط کنٹینر ٹرمینلز
نئے میرین پروڈکٹس ٹرمینل
بندرگاہ کراچی ترقی کی جانب رواں

KPT - 4 / 88. PID - Islamabad

PARAGON

مولانا عبدالقیوم حقانی

تعارف و تبصرہ کتب

اشرف التوضیح تقریر مشکوٰۃ المصابیح جلد اوّل | افادات: شیخ الحدیث مولانا نذیر احمد صاحب
ترتیب و مراجعت: مولانا محمد زاہد، مولانا محمد مجاہد۔ صفحات ۵۴۴
قیمت درج نہیں۔ ناشر: مکتبہ امدادیہ۔ گلشن امدادیہ فیصل آباد

شیخ الحدیث مولانا نذیر احمد صاحب ملک کے ممتاز عالم، لائق مدرس اور محبوب استاذ شمار ہوتے ہیں۔ جامعہ اسلامیہ امدادیہ کے بانی اور مہتمم بھی ہیں۔ مولانا کا درسِ حدیث ملک کے مقبول ترین درسوں میں شمار ہوتا ہے آپ کی مشکوٰۃ المصابیح کا درس اپنے امتیازی خصوصیات کے پیشِ نظر معروف ہے۔ پیشِ نظر کتاب میں آپ کی گراں قدر درسی تقاریر یعنی امالی مشکوٰۃ کو نہایت سلیقے سے مرتب کیا گیا ہے۔ شروع میں علم حدیث کے مبادی پر گراں قدر مقدمہ ہے جلد اول میں آغاز کتاب سے آمین بالجہر تک کے مسائل اور احادیث کی توضیح و تشریح اور ایک گونہ مفصل شرح آگئی ہے۔ تقریر محققانہ، سہل، جامع اور طلبہ علوم نبوت کے لئے نہایت مفید ہے۔ عام تعلیم یافتہ حضرات بھی اس سے بھرپور نفع حاصل کر سکتے ہیں۔ مولانا محمد زاہد اور مولانا محمد مجاہد دونوں مولانا موصوف کے صاحبزادے ہیں۔ جنہوں نے کتاب کی ترتیب و تخریج اور تحشیہ کو نہایت سلیقے سے مرتب کیا ہے۔ علمی و دینی حلقے، علم حدیث کے طالب علم اور ذوق مطالعہ رکھنے والے احباب اس کتاب کی بھرپور پذیرائی کریں گے۔

کتابت و طباعت عمدہ، کاغذ متوسط، جلد بندی مضبوط اور دیدہ زیب ہے۔

نفاذ شریعت اور پاکستان | تالیف۔ مولانا قاضی عبدالکریم۔ کلاچوی۔ صفحات ۱۸۸۔ قیمت ۲۸ روپے
پتہ: قاضی محمد نسیم، نجم المدارس کلاچی۔ ضلع ڈیرہ اسمٰعیل خان

کتاب کا مضمون، عظمت و اہمیت اور موجودہ حالات میں اس کی بروقت اشاعت، اربابِ حکومت و سیاست اہلِ علم اور عام پڑھے لکھے دوستوں کے لئے اس کے مطالعہ و استفادہ کی ضرورت تو اس کے نام سے ہی ظاہر ہے۔ صدر ضیاء الحق مرحوم کے گذشتہ گیارہ سالہ دورِ حکومت میں دیگر اہلِ علم کی طرح حضرت قاضی صاحب موصوف بھی جہاد باللسان کے علاوہ جہاد بالقلم بھی جاری رکھے ہوئے تھے۔ ممبرانِ شوریٰ، اراکینِ اسمبلی، ذمہ دارانِ حکومت، رہنمایانِ سیاست، شہریانِ مملکت غرض کسی بھی مناسب موقعہ پر جس طبقہ کے لئے بھی ضروری جانا

مضمون، مکتوب یا پیغام لکھا، بروقت تنبیہ کی، عمل کے رہنما خطوط بتائے، غلط روش پر جھنجھوڑا، پمفلٹ طبع کرائے ہفت روزوں اور ماہ ناموں میں شائع کرائے جو بعض حالات میں مؤثر بھی رہے۔ اور نہ سہی علماء حق کی طرف سے فرض کفایہ ادا ہوتا رہا۔ واجرہم علی اللہ۔ نفاذِ شریعت بصورت فقہ حنفیہ حضرت قاضی صاحب موصوف کی تمام تحریری جہاد کا مرکزی نقطہ ہے۔ جس کی صدائے بازگشت پورے ملک میں سنائی دی۔

پیش نظر کتاب آپ کے اس سلسلہ کے گراں قدر اور وقیع مضامین کا مرقع اور حسین گلدستہ ہے جسے آپ کے تلمیذ خاص اور ہونہار شاگرد مولانا محمد امین نیازی نے یک جا کر کے مدرسہ نجم المدارس کلاچی کے شعبہ نشر و اشاعت کی جانب سے شائع کرا دیا ہے۔ موجودہ حالات میں جب نئی سیاسی قیادت ایوانِ اقتدار میں زمام کار سنبھال رہی ہے کوئی رجل رشید ان کے دوسرے ہاتھ میں "نفاذِ شریعت اور پاکستان" بھی تھما دے کہ جناب! تمہاری قیادت و سیاست اور حکومت و ریاست کا اولین مقصد بھی وہی ہونا چاہئے جو پاکستان کے جمہور مسلمانوں کا دیرینہ اور متفقہ مطالبہ ہے۔ اسی نقطۂ نظر سے اہلِ علم، سیاسی کارکن، اور دینی و مطالعاتی حلقے اور لکھے پڑھے احباب اس کتاب کا مطالعہ کریں گے تو حظِ وافر پائیں گے۔

فتاویٰ عالمگیریہ مترجم | حضرت مولانا قاضی محمد صادق مغل کی شبانہ روز محنت و کاوش سے فتاویٰ عالمگیریہ مترجم کی جلد ۴/ (ب) بھی حسب روایت عمدہ طباعت کے ساتھ منظر عام پر آگئی ہے۔ جس میں خبر واحد، سلام، ملاقات، لباس، سونے چاندی کے استعمال، گانے اور امر بالمعروف وغیرہ کے احکام شامل ہیں۔ صفحات ۲۹۲ ہیں قیمت ۶۷ روپے ہے جو نہایت معقول ہے۔ پتہ درج ذیل ہے:-

قاضی محمد صادق مغل، ناظم مجلس منتظمہ اشاعت فتاویٰ عالمگیریہ، اعوان ٹاؤن، گرجا روڈ راولپنڈی

تکمیل ایمان | تالیف۔ مولانا محمد نعیم اللہ فاروقی۔ صفحات ۳۲۔ قیمت درج نہیں۔

پتہ:- مولانا محمد نعیم اللہ فاروقی خطیب مسجد زینب۔ بندروڈ۔ لاہور ۲۵

پیش نظر رسالہ مولانا محمد نعیم اللہ فاروقی کا مرتب کردہ تصوف میں مختصر مگر جامع رسالہ ہے۔ موصوف حضرت مولانا حافظ غلام حبیب صاحب نقشبندی کے خلیفہ اور عالم فاضل ہیں۔ یہ رسالہ تصوف، اس کی حقیقت اور اس پر ہونے والے اعتراضات کے جوابات پر مشتمل ہے جس میں سلیم الفطرت لوگوں کو رسمی صوفیاء کے غلط مبہم سے نکالنے اور انہیں اسلامی تصوف اور اس کی حقیقت سے روشناس کرانے کا سامان موجود ہے جو موجودہ دور میں عمل سے راہ فرار اختیار کر کے دور بیٹھ کر اعتراضات کرنے والوں کے لئے بھی راہ عمل واضح کرنے کا وسیلہ بنے گا۔ امید ہے کہ قارئین اس کی قدر کریں گے۔

پی۔این۔ایس۔سی برّاعظموں کو ملاتی ہے۔ عالمی منڈیوں کو آپ کے قریب لے آتی ہے۔ آپ کے مال کی بروقت، محفوظ اور باکفایت ترسیل برآمدکنندگان اور درآمدکنندگان، دونوں کے لئے نئے مواقع فراہم کرتی ہے۔
پی۔این۔ایس۔سی قومی پرچم بردار۔ پیشہ ورانہ مہارت کا حامل جہاز راں ادارہ، ساتوں سمندروں میں رواں دواں

قومی پرچم بردار جہاز راں ادارے کے ذریعہ مال کی ترسیل کیجئے

پاکستان نیشنل
شپنگ کارپوریشن
قومی پرچم بردار جہاز راں ادارہ

مؤتمر المصنّفین کی تازہ عظیم اور شاہکار پیشکش

ایک نادر تحفہ ——— ایک عظیم خوشخبری

حقائق السنن

جلد اوّل

(شرح جامع السنن للامام الترمذی)

شائع ہو گئی ہے

- افادات ــ محدث یگانہ علامۂ عصر شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہ بانی دارالعلوم حقانیہ ۔
- باہتمام و نگرانی ـــ مولانا سمیع الحق مدیر الحق و صدر مؤتمر المصنّفین ۔
- ترتیب و مراجعت ـــ مولانا عبدالقیوم حقانی ۔

حدیث کی جلیل القدر کتاب جامع ترمذی شریف سے متعلق شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہ کے درسی افادات و آمالی کا عظیم الشان علمی سرمایہ اردو زبان میں پہلی بار منصہ شہود پر۔ اہل علم، اساتذہ اور طلباء دورۂ حدیث ایک زمانہ سے اس کے انتظار میں تھے۔

——— چند خصوصیات ———

- حدیثی و فقہی مباحث کا شاہکار
- مسلک احناف کے ٹھوس دلائل اور دلنشین تشریح
- معرکۃ الآراء مباحث پر فقیہانہ اور حکیمانہ کلام
- چالیس سالہ تدریسی معارف و نکات کا مجموعہ ۔
- نقد احادیث کے نادر مباحث کا ذخیرہ
- انداز بیان نہایت عام فہم اور سادہ
- حدیث سے متعلق سیر حاصل مباحث پر مشتمل مقدمہ
- نہایت تحقیقی تعلیقات اور اضافے ۔

۲۲ × ۲۹ سائز کے تقریباً ساڑھے پانچ سو صفحات پر مشتمل پہلی جلد جامع ترمذی کے "الطہارات" کے ایک سو گیارہ ابواب پر مشتمل ہے ۔

کاغذ، کتابت، طباعت، جلد بندی ہر لحاظ سے معیاری اور شاندار ۔ قیمت ۱۲۵ روپے

طلباء، اہل علم و مدارس کے لیے خاص رعایت ۔

مؤتمر المصنّفین دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ۔ ضلع پشاور

REGD. NO. P-90

کاروانِ آخرت

رشحاتِ قلم
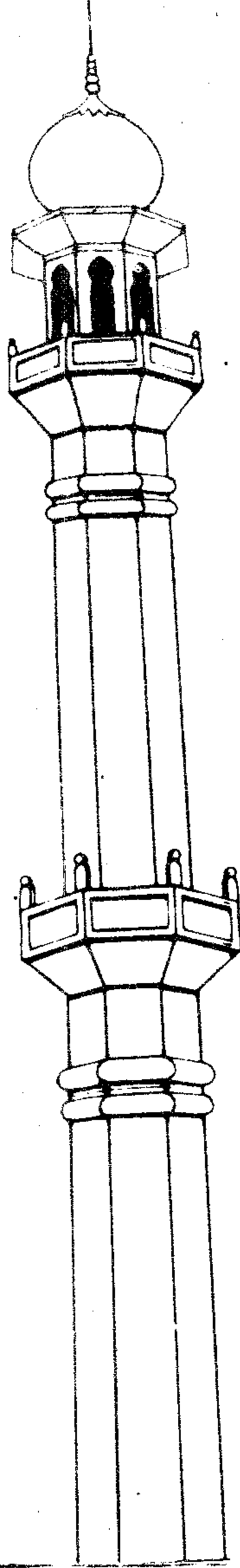
مولانا سمیع الحق

مُرتّب

مولانا محمدؐ ابراہیم فانی

مشاہیر علما، مشائخ، سیاسی زعماء، عالمی سیاستدانوں، اُدَبا، شعراء اور اہم شخصیات کی وفات پر مدیر "الحق" مولانا سمیع الحق کے سحرنگار قلم سے تعزیتی تاثرات، شذرات اور تبصرے

صفحات ۴۴۸

سنہری ڈائی دار جلد

قیمت ۵، روپے۔ آج ہی طلب فرمائیے۔

مؤتمر المصنّفین

دارالعلوم حقّانیہ، اکوڑہ خٹک پشاور

پاکستان